MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

لاہور

جلد نمبر 24

شمارہ نمبر 04

اگست 2023ء، محرم الحرام/صفر المظفر 1445ھ

WWW.MIRRAT.COM

پاکستان نمبر

پاکستان

مسلم دنیا، سیاسی منظر نامہ اور
پاکستان کا ممکنہ کلیدی کردار

پاکستان میں فن اور فنِ تعمیر کا ارتقاء
اور فروغ کی ضرورت

پاکستان کا روحانی ورثہ
لوک محاورے اور صوفیانہ شاعری

ماحولیاتی تبدیلی سے پاکستان میں
متوقع نقصانات

قدرتی خزانوں، وسائل اور صلاحیتوں
سے مالا مال: ملکِ پاکستان

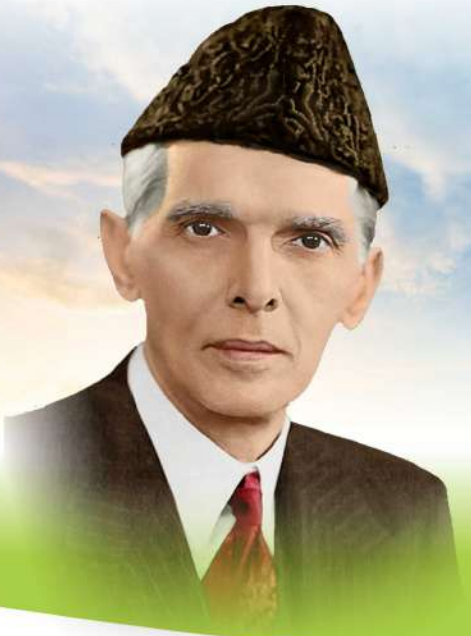

بانئ پاکستان
قائداعظم محمد علی جناح رح
نے فرمایا:

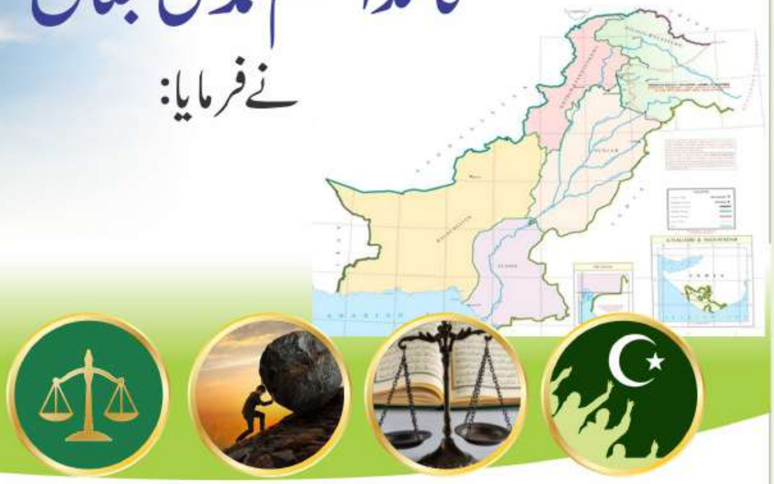

ہم جتنی زیادہ تکلیفیں سہنا اور قربانیاں دینا سیکھیں گے اتنی ہی زیادہ پاکیزہ، خالص اور مضبوط قوم کی حیثیت سے ابھریں گے جیسے سونا آگ میں تپ کر کندن بن جاتا ہے۔

(24 اکتوبر، 1947ء)

اب آپ کو مادرِوطن (پاکستان) میں اسلامی جمہوریت، اسلامی عدلِ عمرانی اور انسانی مساوات کی حفاظت و ترقی کیلئے کمربستہ ہونا ہے۔

(21 فروری، 1948ء)

بطور پاکستانی شہری یہ ہماری اوّلین ذمہ داری ہے کہ

پاکستان میں اسلامی اقدار و روایات کے تحفظ کے ذریعے استحکامِ پاکستان، بےلوث قومی خدمت اور ملکی ترقی و خوشحالی کیلئے پوری دیانتداری اور خلوص کے ساتھ ہمہ وقت اپنا مثبت و تعمیری کردار ادا کرتے رہیں

تاکہ

پاکستان صحیح معنوں میں ایک مضبوط و خوشحال ریاست بن سکے۔

مسلسل اشاعت کا چوبیسواں سال
MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL
ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل لاہور
اگست 2023ء، محرم الحرام / صفر المظفر 1445ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فیضانِ نظر
سُلطان الفقر حضرت سخی سُلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی
ایڈیٹوریل بورڈ: سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ • مفتی محمد شیر القادری • افضل عباس خان

آرٹ ایڈیٹر: • محمد احمد رضا • واصف علی

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

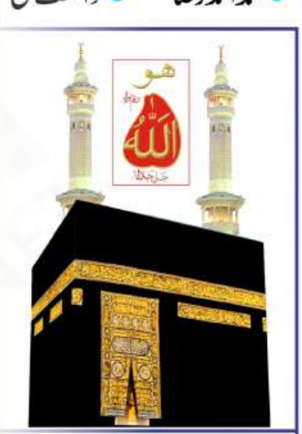

اس شمارے میں

1 اقتباس — 3

اداریہ

2 دستک — 4

پاکستان نمبر

#	عنوان	مصنف	صفحہ
3	مسئلہ کشمیر و فلسطین: بانیانِ پاکستان کا عزم	احمد القادری	5
4	مسلم دنیا، سیاسی منظر نامہ اور پاکستان کا ممکنہ کلیدی کردار	ملک گوہر عزیز اعوان	8
5	پاکستان میں موسمیاتی تبدیلی سے ہونے والے نقصانات کا جائزہ	انجینئر رفاقت ایچ ملک	12
6	ماحولیاتی تبدیلی سے پاکستان میں متوقع نقصانات	ذیشان القادری	16
7	قدرتی خزانوں، وسائل اور صلاحیتوں سے مالا مال: ملکِ پاکستان	سبینہ عمر	21
8	پاکستان میں فن اور فنِ تعمیر (آرکیٹیکچر) کا ارتقاء اور فروغ کی ضرورت	آرکیٹیکٹ حسن رضا	28
9	پاکستان کا روحانی ورثہ: لوک محاورے اور صوفیانہ شاعری (کتاب پر طائرانہ نظر)	ڈاکٹر عبد الباسط	37
10	پاکستان کے چند نعت گویانِ اردو: تحقیقی جائزہ	اظہر احمد	41
11	پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی اور صوفیاء کا تاریخی کردار	محمد ذیشان دانش	46
12	کبھی نہ ختم ہوں تجھ سے عقیدتیں میری (نظم)	مستحسن رضا جامی	49

فی شمارہ نیوز پیپر 70 روپے — سالانہ (ممبرشپ) 840 روپے
فی شمارہ آرٹ پیپر 100 روپے — سالانہ (ممبرشپ) 1200 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
800	400	280

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے — رابطہ کیلئے: 0300-1275009

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندر روڈ، لاہور سے چھپوا کر 698-BS-8 تاج کمپنی چوک نزد ایم سی بی چوہان روڈ بندر روڈ لاہور سے شائع کیا
برائے خط و کتابت: ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com
WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

اللہ

"فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ" (آل عمران:159)

"(اے محبوب مکرم (ﷺ)!) تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں"۔

"حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"اسْتَشِيرُوا ذَوِي الْعُقُولِ تُرْشَدُوا، وَلَا تَعْصُوهُمْ فَتَنْدَمُوا"

"عقلمندوں سے مشورہ کرو، کامیابی ملے گی اور ان کی مخالفت کروگے تو شرمندگی ہوگی"۔

(مسند الشھاب، باب اسْتَرْشِدُوا ذَوِي الْعُقُولِ تُرْشَدُوا)

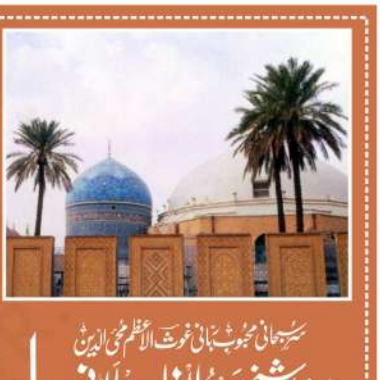

سرِّ ربانی محبوبِ سبحانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

فرمان

"تو اپنے قلب کو ماسوی اللہ سے پاک کر کیونکہ تم ماسوی اللہ کو اپنے دل سے دیکھ لوگے، پہلے تو اس کا مشاہدہ کرے گا پھر اس کے افعال دیکھے گا جو اس کی مخلوق میں جاری ہیں- جیسے دنیاوی بادشاہوں کے پاس ظاہری نجاست کے ساتھ جانا نامناسب ہے اس طرح جو بادشاہوں کا بادشاہ حق تعالیٰ ہے اس کے سامنے باطنی نجاست کے ساتھ جانا معیوب ہے تو خسارے والی نجاست سے بھرا ہوا مٹکا ہے وہ تجھے لے کر کیا کرے گا جو کچھ تیرے اندر ہے اسے پلٹ دے اور پاکیزگی حاصل کر پھر بادشاہوں کے ہاں حاضر ہو، تیرے دل میں گناہ ہیں اور مخلوق سے خوف اور امید رکھتا ہے اور دنیا اور اس کی چیزوں سے محبت رکھتا ہے یہ سب دلوں کی نجاستیں ہیں"-

(الفتح الربانی)

سلطان العارفین

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

فرمان

راتیں نیں رت ہنجوں رووَن تے ڈیہاں غمّوں غم داھو
پڑھ توحید وڑیا تن اندر سکھ آرام نا سمداھو
سر سولی تے چاڑھن گیونے ایہو راز پرم داھو
سدھا ہو کو ہیوئے باھو قطرہ رہے نا غم داھو

(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

"اب ہمیں حقائق کا سامنا کرنا ہے اور میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خود کو منظم و مستحکم کریں اور اپنی جملہ سرگرمیوں اور قوتوں میں ربط پیدا کریں- ایک ٹھوس اور منظم قوم کی حیثیت سے سب امکانات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوجائیں- آزادی کی منزل پر پہنچنے کے لیے آزمائش، ایثار اور راہ کی رکاوٹوں کو دور کرنے کے سوا کوئی شاہی سڑک نہیں ہوتی"-

(عید کا پیغام، مسلمانانِ ہند کے نام، بمبئی، 28 اگست 1946ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

خودی میں گم ہے خدائی، تلاش کر غافل!
یہی ہے تیرے لیے اب صلاح کار کی راہ
حدیث دل کسی درویش بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ

(بالِ جبریل)

قومی خدمت کا تصور اور نسلِ نو کی ترجیحات

قومی خدمت کا تصور، ایک ایسی سوچ و فکر اور عمل ہے جو بے لوث جدوجہد، کوشش، لگن، محنت اور خلوص کے ساتھ اپنی ذات سے ہٹ کر دوسروں کے لئے کچھ کر گزرنے کا نام ہے۔ بطور قوم ہمیں، یہی تصور اور اس عملی شکل تحریک پاکستان کے دوران بانیان پاکستان کی عملی زندگی میں واضح نظر آتا ہے۔ بطور قوم ہمارے لئے بانیان پاکستان کی زندگی مشعلِ راہ اور بہترین نمونہ ہے۔ تاریخ میں ہم جب دیکھتے ہیں تو ایک طرف ہمیں برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کے دور حکومت کے اختتام کے بعد مسلمانوں کے خلاف ہونے والے انگریزی استعمار کی پالیسیوں سے برپا ہونے والے مظالم اور ناانصافیوں کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں میں جدوجہد آزادی کا جذبہ دیکھتے ہیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک طویل جدوجہد کے بعد جب انہوں نے پاکستان حاصل کرنے کا تہیہ قرار دادِ پاکستان کی صورت میں کیا تو اسے محض سات برس کے قلیل عرصے میں 1940ء سے 1947ء تک مسلمانوں نے مسلسل قومی خدمت کے جذبے سے مزین ہو کر اس خواب کو حقیقت میں بدل ڈالا۔

جب ہم بانیان پاکستان کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ قوم کو اور قومی سوچ کو ترجیح دی اور بطور قوم سوچنے کی سوچ کو پروان چڑھایا۔ محض اپنی ذات، خاندان یا اپنی نسل کا نہیں سوچا بلکہ بطور اجتماعی انہوں نے قوم کی تربیت اور رہنمائی کی اور ساتھ میں انہوں نے نسل نو کو بھی ترجیح بنایا۔ انہوں نے فرد واحد کی تعلیم و تربیت، ان کی فکری رہنمائی، دین اسلام کی خدمت اور نظریہ پر کاربندی، اپنے کلچر اور شناخت کی حفاظت، امن، جذبہ خدمت اور عوامی فلاح کے لئے مثبت سیاست اور لوگوں کو جوڑنے کی ہمیشہ تلقین کی۔

قائداعظم کی سوچ کے برعکس آج جب ہم تصویر کا دوسرا رخ دیکھتے ہیں تو دل دُکھتا ہے کہ ایک ایسی نوجوان قوم، جن کے سامنے ایک شاندار تاریخ اور آباؤاجداد کے شاندار ماضی کی روایات موجود ہوں، وہ آج بغیر کسی رہنمائی اور تربیت کے زندگی گزارنے پہ مجبور کی گئی ہے۔ فرقہ واریت، گروہی شدتیں اور نسلی و لسانی تعصبات کا زہر نوجوان نسل کے باطن کو مسلسل کھوکھلا کئے جارہا ہے۔ اکابر اور اسلاف پہ لعن طعن کے لئے ایسے ایسے موضوعات تراشے گئے ہیں جو گزشتہ نسلوں میں کسی نے سوچے بھی نہیں ہونگے۔ نفرتوں کے تاجروں کا کاروبار عروج پہ ہے، گالم گلوچ، زہر افشانی و شعلہ لسانی سندِ فضیلت سمجھ لی گئی ہیں۔ آج نوجوان، قومی آبادی کا تقریباً 60 فیصد ہونے کے باوجود ناامیدی اور یاس کا شکار ہو چکا ہے۔ اس کی بنیاد اقبال کے شعر سے واضح ہوتی ہے کہ:

تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو!

آج بطور قوم جن تکالیف اور مشکلات سے ہم دوچار ہیں اس کی بنیادی وجہ ہی یہی ہے کہ "جذبہ قومی خدمت" کی روح ہمارے دلوں سے جاتی رہی جس کے باعث ہماری صفوں سے اتحاد و یگانگت بھی جاتا رہا۔ ذاتی مفادات کو قومی مفادات پر ترجیح دے رہے ہیں۔ آج ہم مختلف چھوٹی چھوٹی شناختوں کو اپنا چکے ہیں قومی یکجہتی اور شناخت سے زیادہ ہمیں علاقائی اور لسانی شناخت پر فخر محسوس ہوتا ہے۔ بطور قوم خصوصاً نوجوان نسل کو آج دوبارہ اپنی ترجیحات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آنے والے دنوں میں اسی نسل نے ملک کی باگ ڈور سنبھالنی ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا تھا کہ:

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

آج کی نوجوان نسل ہر معاملے میں شارٹ کٹ کی اتنی عادی ہو چکی ہے کہ نہ تو کوئی تعمیری سرگرمیاں سرانجام دیتی ہے اور نہ ہی مطالعہ کتب اور تحقیق کی طرف رجحان جاتا ہے، علم کا انحصار لائیکس اور ویوز کمانے والے یوٹیوبرز کی چٹ پٹی مصالحہ دار ویڈیوز پہ ہے۔ مطالعہ اور تحقیق کا شوق تقریباً تقریباً مفقود ہو چکا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے زندہ قوموں کی کامیابی کا راز اس بات میں مضمر ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے ماضی کی شاندار روایات کے ساتھ مضبوط رشتہ استوار رکھتی ہیں بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی اپنے آباؤاجداد کی قربانیوں کا سبق ازبر کرواتی ہیں تاکہ وہ کسی رہنمائی کے بغیر زندگی نہ جئیں۔ اپنی ماضی کی شاندار روایات سے یہی رابطہ قوموں کو وہ جذبہ اور استعداد دیتا ہے جس سے وہ اپنے قومی اہداف اور مقاصد کے حصول کو یقینی بناتی ہیں۔ آج بطور قوم ہمیں اس جذبہ عمل اور کردار کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

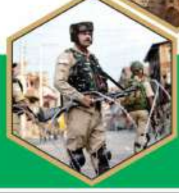

مسئلہ کشمیر و فلسطین
بانیانِ پاکستان کا عزم

احمد القادری

ابتدائیہ:

مسئلہ فلسطین اور مقبوضہ جموں کشمیر ترک نو آبادیات کے خلاف حریت پسندی کی نا قابل تردید حقیقت بن چکی ہیں؛ یہ علاقے فوجی چھاؤنیوں، غیر قانونی قبضوں، انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی علامت ہیں- باوجود ان دردناک تصاویر کے حریت پسند نہ صرف اپنے خون سے تحریک ترک نو آبادیات کی شمع کو جلا دے رہے ہیں بلکہ اپنی جانوں کے نذرانوں سے اس کے عَلَم کو مزید اونچا کر رہے ہیں-[1] پاکستان کے بانیان کا مؤقف ان دونوں تنازعات پر روز اول سے اصولی رہا ہے اور ہمیشہ انہوں نے عالمی، علاقائی اور مقامی اداروں میں اخلاقی، سیاسی اور قانونی مدد کی کوشش کی- ہر گزرتے لمحہ کے ساتھ عالمی اداروں کی نظر اندازی ان مسائل کو مزید پیچیدہ و گمبھیر بنا رہی ہے- وقت کا تقاضا ہے کہ تمام عالمی، علاقائی اور مقامی ذمہ داران ان مسائل کے پُر امن حل کی کوششیں کریں نہیں تو عالم انسانی ایک مرتبہ پھر نو آبادیات کی آگ میں جل سکتا ہے جس کی مدلل دلائل کشمیر کا نیوکلیئر فلیش پوائنٹ اور اسرائیل کا ریاستی دہشت گرد (جس کے لیے عالمی قوانین و ریاستی حد بندیاں بے معنی ہیں) بن جانا ہے-[2]

بانیان پاکستان کا عزم: دو قومی نظریہ

بانیان پاکستان کا مسئلہ فلسطین و مقبوضہ کشمیر پر آواز اٹھانا دو قومی نظریہ کا عکاس ہے- تحریک نو آبادیات کی صورت میں قوموں کے وجود کو شدید لسانی، سیاسی، آئینی، مذہبی، سماجی اور معاشی خطرات لاحق ہو گئے اور مغربی استعماری یلغار کے تناظر میں دونوں خطوں میں قومیت کے شعور (یہاں شعور کی بجائے قومیت کی ضرورت اجاگر ہوئی کہنا غلط نہ ہو گا) پیدا ہوا-[3] مسئلہ کشمیر اور مسئلہ فلسطین نو آبادیاتی علاقوں کی تقسیم کی بدولت دو قومی نظریہ کی بنیاد پر منظر عام پر آئے جہاں غاصبانہ طاقتوں نے لوگوں کے حق خود ارادیت کو مسترد کر کے فوجی قبضہ قائم کیا- دونوں علاقوں میں تحریک آزادی کو دہشت گردی سے منسلک کر کے غیر قانونی ٹارگٹ کلنگ اور نسل کشی کی جا رہی ہے- دونوں علاقوں میں نو آبادیاتی نظام کو تقویت دینے کے لیے آبادیاتی تناسب کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے-[4]

مسئلہ کشمیر اور مسئلہ فلسطین کے درمیان مماثلت کی بنیاد پر یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ مقبوضہ کشمیر اصل میں جنوبی ایشیاء کا فلسطین اور مسئلہ فلسطین مشرقِ وسطیٰ کا کشمیر ہے-[5]

مسئلہ کشمیر اور بانیان پاکستان کا عزم:

برٹش وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے 3 جون 1947ء کو منصوبہ تقسیمِ ہند پیش کیا جس نے برٹش انڈیا کو دو الگ آزاد و خود مختار ریاستوں ”پاکستان اور بھارت“ میں تقسیم کرنے کی تجویز دی- 3 جون کے اِس منصوبہ کو مسلم لیگ اور کانگرس کے وفد نے متفقہ طور پر قبول کر لیا تو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اِس منصوبہ کو قانون

---

[1]Ather Zia (2020) "Their wounds are our wounds": a case for affective solidarity between Palestine and Kashmir, Identities, 27:3, 357-375, DOI: 10.1080/1070289X.2020.1750199

[2]Goldie Osuri (2020) Kashmir and Palestine: itineraries of (anti) colonial solidarity, Identities, 27:3, 339-356, DOI: 10.1080/1070289X.2019.1675334

[3]Cilt/Volume VI Sayı/Number 2 Ekim/October 2013 Sosyal Bilimler Dergisi/Journal of Social Sciences

[4]Ather Zia (2020) "Their wounds are our wounds": a case for affective solidarity between Palestine and Kashmir, Identities, 27:3, 357-375, DOI: 10.1080/1070289X.2020.1750199

[5]@2019 by the Islamabad Policy Research Institute.
IPRI Journal XIX (2): 120-148. https://doi.org/10.31945/iprij.190205.

سازی کے لیے برطانوی پارلیمان کے سامنے پیش کیا- جس کو بعد ازاں برطانوی پارلیمان نے قانون آزادیِ ہند 1947ء کی صورت میں حتمی شکل دے دی-[6] یعنی قانونِ آزادیِ ہند 1947ء کو مذکورہ دیسی ریاستوں کو یہ اختیار دیتا تھا کہ وہ:

1. پاکستان کے ساتھ الحاق کرلیں یا
2. بھارت کے ساتھ الحاق کرلیں یا
3. اپنی آزاد حیثیت کو برقرار رکھیں

بھارت جموں و کشمیر پر تسلط کیلئے بے تاب تھا-دو قومی نظریہ، پاکستان کی اساس ہے لیکن بھارتی ہندو رہنما اس کی نفی کرنا چاہتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے قائداعظم کو بھی دو قومی نظریہ سے ہٹانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن قائداعظم کوہ ہمالیہ کی طرح اپنے نظریہ پہ ڈٹے رہے- چنانچہ بھارت نے دو قومی نظریہ کو ٹھیس پہنچانے کیلئے جموں و کشمیر پر زبردستی قبضہ کر لیا تاکہ مسلم اکثریتی علاقے کو ہندو بھارت کے ساتھ شامل کر کے دو قومی نظریہ کو بے بنیاد ثابت کیا جا سکے- حالانکہ وہاں کی مسلم اکثریت پاکستان کے ساتھ الحاق چاہتی تھی، مزید اہم بات یہ کہ مہاراجہ ہری سنگھ جو راست کا خود مختار حکمران تھا اس نے بھی سٹینڈ سٹل ایگریمنٹ کے ذریعے پاکستان کے ساتھ الحاق کا عندیہ دیا تھا جو بھارت کے سامراجی رہنماوں سے ہضم نہ ہو سکا اس لئے کشیر پہ فوج کشی کی گئی -کشمیری عوام دو قومی نظریہ کو صحیح معنوں میں سمجھتے تھے اور آج بھی اس کے ساتھ وابستہ ہیں- قائداعظم نے شیخ عبد اللہ کو متنبہ کیا کہ وہ آج کانگریس کے ہاتھوں کھیل رہے ہیں اور آئندہ اس پر پچھتائیں گے اور وقت نے اس بات کو سچ ثابت کر دکھایا- بھارت نے کشمیری عوام کا جینا دوبھر کر دیا اور شیخ عبد اللہ کو بھی اپنی ”وفاداری“ کا صلہ نہ ملا- کشمیر کے کئی قائدین کا یہ ماننا ہے کہ شیخ عبد اللہ کی ہوسِ اقتدار نے کشمیر کا معاملہ تلخ کروایا-[7]

ہندوستان میں جدوجہدِ آزادی قائداعظم کی قیادت میں شروع ہوئی اور تب ہی سے وہی قیادت جو ہندوستان میں مسلمانوں کی وکیل تھی پاکستان بننے کے بعد کشمیر کے حقوق کے لیے وکالت شروع کی- بھارت جب مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ میں لے کر گیا تو پاکستان کشمیری رہنماؤں اور کشمیر کی آواز بن کر اقوامِ متحدہ میں مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے پہنچ گیا اور قائداعظم کی سوچ اور کشمیری عوام کی امنگوں کے مطابق مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے اقوام متحدہ میں اپنے دلائل دیے- پاکستان نے مسئلہِ کشمیر کو دنیا کے سامنے ایک المیہ انسانی حقوق کی صورت میں پیش کیا اور دُنیا کو باور کروایا کہ بھارت نے کِس طرح مسلمانوں کا حق چھینا اور ان کے علاقوں پر غیر قانونی قبضہ کیا-[8] اقوام متحدہ نے بانیانِ پاکستان کے عزم کی تائید کرتے ہوئے کشمیر کو بھارت کے اٹوٹ انگ کی بجائے متنازعہ علاقہ قرار دیا اور اس مسئلہ کو دو قومی نظریہ کی بنیاد پر حق خود ارادیت سے حل کرنے کے لیے قرارداد پاس کی-[9]

مسئلہ فلسطین اور بانیانِ پاکستان کا عزم:

اسرائیل کے قیام کے پیچھے برطانیہ کا سب سے زیادہ ہاتھ تھا کیونکہ جنگ عظیم اوّل میں جب یہودیوں نے دیکھا کہ اتحادی جنگ جیت رہے ہیں تو انہوں نے اتحادیوں کو خصوصاً برطانیہ کو مختلف حیلوں بہانوں سے فلسطین میں ایک صیہونی ریاست کے قیام پر آمادہ کیا- 1947ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک قرارداد کے ذریعہ فلسطین کو تقسیم کر کے ایک عرب اور ایک اسرائیلی ریاست قائم کرنے کا اعلان کر دیا- برطانیہ نے اس علاقے سے 1948ء میں اپنی افواج واپس بلالیں اور 14 مئی 1948ء کو اسرائیل کی آزاد حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا- ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس کے ساتھ ہی فلسطینی ریاست بھی قائم کر دی جاتی لیکن ایسا نہ ہوا-

فلسطین کے جو حالات آج ہیں وہ قائد کے عہد میں بھی موجود تھے لیکن قائداعظم نے اس درد کو جس کرب کے ساتھ محسوس کیا آج ہم اس کے احساس سے ہی محروم ہوگئے ہیں اور یہ ہماری ناکامی ہے-

آیئے! مسئلہ فلسطین پر قائداعظم کے درد کو محسوس کرنے کی سعی کرتے ہیں:

فلسطین رپورٹ عربوں کے ساتھ سخت ناانصافی ہے:-

[6] https://www.mirrat.com/article/23/148

[7] https://www.mirrat.com/article/23/151

[8] https://www.mirrat.com/article/23/148

[9] UN Security Council, Security Council resolution 47 (1948) [The India-Pakistan Question], 21 April 1948, S/RES/47 (1948), available at: https://www.refworld.org/docid/3b00f23d10.html [accessed 19 June 2023]

بمبئی، 11 جولائی، 1937ء کو قائدِ اعظم محمد علی جناح، صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ:

"فلسطین رپورٹ عربوں کے ساتھ بے حد شدید نا انصافی کرتی ہے اور اگر برطانوی پارلیمان نے اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی تو برطانوی قوم عہد شکنی کی مرتکب ہو گی"۔

آپ نے مزید کہا کہ:

"ایسا کام کرنا جو سراسر نا انصافی پر مبنی ہو غلط ہوتا ہے اور صرف اس لیے کہ اس سے زحمت کم سے کم ہو جائے گی، یا یہ خصوصی مفاد کے حسب حال ہے۔ برطانیہ کو اپنے عہد بے خوفی کے ساتھ پورے کرنے چاہیں"۔[10]

قائد اعظم محمد علی جناح کی عالمگیر جدوجہد اور قائدانہ فکر کا نتیجہ تھا کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے متفقہ قرار داد منظور کر کے اسرائیل کی ریاست کو تسلیم نہ کرنے کا مطالبہ کیا اور عالمی بد امنی کے خطرے کے پیشِ نظر اسرائیل کے اقوام متحدہ کا رُکن بننے کی مخالفت کی۔ پاکستان نے اقوام متحدہ میں اسرائیل کے خلاف ووٹ دے کر اس صیہونی ریاست کو تسلیم نہ کیا قائدِ اعظم کی اِس غیر مبہم، واضح اور بایقین بصیرت کے پیشِ نظر فلسطینی قربانیوں سے عوامِ پاکستان کا تعلق پختہ تر و مضبوط تر ہے اور قائدِ اعظم کی دی ہوئی تربیّت اور رہنمائی کی بدولت کسی حکمران کو آج تک یہ جرأت نہیں ہو سکی کہ یکطرفہ طور پہ اسرائیل کی ناجائز ریاست کو تسلیم کرنے کا جرم کر سکے۔

اِس طرح کے بین الاقوامی مسائل کے پیشِ نظر قائدِ اعظم عالَمِ اسلام کی مسلم ریاستوں کا ایک بلاک قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے عزائم کا مقابلہ اتحاد کے ساتھ کر سکیں۔ آپ نے عالَمِ اسلام سے مخاطب ہو کر کہا:

"میں تمام مسلمان ملکوں کو دوستی اور خوشگوار تعلقات کا پیغام دیتا ہوں۔ ہم سب مشکل حالات سے گزر رہے ہیں۔ فلسطین، انڈونیشیا اور کشمیر میں طاقت کا جو ڈرامہ رچایا جا رہا ہے اس سے سب کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ ہم آپس میں متحد ہو کر ہی دنیا میں اپنی آواز کو بااثر بنا سکتے ہیں"۔[11]

تجزیہ:

اکیسویں صدی کی مہذب اور ترقی یافتہ دنیا، بھارت اور اسرائیل کی فوجی بدمعاشی کے نتیجہ میں دو مشترک اور انتہائی خطرناک تنازعات میں گھرتی جا رہی ہے۔ اگرچہ اقوام متحدہ کی فلسطین کے حق میں قرارداد 194 اور 242 اور مسئلہ کشمیر کے حق میں 13 اگست 1948 اور 5 جنوری 1949 حق خود ارادیت کی یقین دہانی کرواتی ہیں جو کہ پاکستان کے بانیان کے مؤقف کی تائید بھی ہے لیکن ان قرار داد پر آج بھی عمل نہیں کروایا جا سکا۔ جس کی وجہ غاصبانہ ملکوں کی ہٹ دھرمی جبکہ عالمی طاقتوں کا معاشی و سیاسی مفادات میں ویٹو کا جانبدارانہ استعمال ہے۔[12] امریکہ نے 1999 سے 2011 تک 24 ویٹو میں سے 15 ویٹو اسرائیل کو بچانے کے لیے استعمال کی ہیں۔[13]

عالمی طاقتیں اور غاصبانہ افواج فلر (Fuller) کی یوتھ بلج تھیوری (Youth Bulge Theory) کو نظر انداز کر رہی ہیں جس کے مطابق مقبوضہ علاقوں میں جب 12 سے 24 سال کی نوجوان نسل آبادی کا 20 فیصد ہو جائے وہاں خانہ جنگی ناگزیز ہو جاتی ہے۔[14] ہنرک ار دال (enrik Urdal) اپنے مقالہ میں اس خانہ جنگی کے خاتمہ کے لیے چار مختلف طریقے واضح کیے ہیں:

- نظریاتی ہم آہنگی (امریکہ کی تخلیق)
- سیاسی شمولیت (جنوبی افریقہ میں نسل پرستی کی بنیاد پر تقسیم کا خاتمہ)
- معاشی ترقی و مواقع (یورپ صنعتی ترقی اور سماجی ہم آہنگی)
- جغرافیائی تقسیم (تقسیم بنگال و تقسیم سوویت یونین)

آج کی دنیا کسی بھی بے بنیاد و غیر قانونی نظریہ کو بنیاد بنا کر حریت پسند تحریکوں کو دہشتگرد گردانتے ہوئے انہیں کچلنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ آج کی دنیا میں بغاوت، دہشت گردی، علیحدگی پسند تحریک اور حریت پسند تحریک کے فرق کو سمجھنے کی کوشش کرنی ہو گی۔ اگر ہم اپنی خارجہ پالیسی کے تحت کشمیر و فلسطین کا مسئلہ بانیان پاکستان اور عالمی اداروں کی قرار دادوں کے مطابق حل کرنے کی کوشش کریں گے تو ہی اس ملک و حریت پسند تحریکوں کا حق ادا ہو گا۔

☆☆☆

[10](دی ٹائمز، 12 جولائی 1937ء) [11](دی پاکستان ٹائمز، 8 اگست 1948ء)

[12]https://ipripak.org/wp-content/uploads/2019/10/Article-5-IPRI-Journal-XIX-2-Sou-Asi-Pal-ED-SSA.pdf
[13]https://www.aljazeera.com/news/2021/5/19/a-history-of-the-us-blocking-un-resolutions-against-israel#:~:text=The%20US%20has%20vetoed%20at,West%20Bank%20and%20East%20Jerusalem.
[14]https://documents1.worldbank.org/curated/en/794881468762939913/pdf/29740.pdf

مسلم دنیا، سیاسی منظر نامہ اور پاکستان کا ممکنہ کلیدی کردار

سعودیہ ایران تعلقات کے تناظر میں

ملک گوہر عزیز اعوان

تعارف:

عالمی سیاست میں تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں- چائنا اور امریکہ کے درمیان بڑھتی ہوئی معاشی بالادستی کی جنگ سے دنیا کے عالمی آرڈر میں نئی پیش رفت متوقع ہیں- اس بدلتی سیاست میں 'ایشیاپیسیفک' کا خطہ اہم ترین مرکز ہے- مسلم دنیا کا کثیر حصہ اسی خطہ زمین میں واقع ہے- لہٰذا نئی عالمی تبدیلیوں میں مسلم دنیا کی اہمیت میں اضافہ ہو رہا ہے- مسلم دنیا کی 'جیو گرافیکل لوکیشن' نے اس کی اہمیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے- حالیہ دنوں میں چین کے مثبت کردار کی وجہ سے ایران اور سعودی عرب کے مابین سفارتی تعلقات کی بحالی کا فیصلہ ہوا ہے- یہ خطے کے استحکام اور مسلم دنیا کی مجموعی فائدے کے لئے نہایت دانشمندانہ فیصلہ ہے- اس صورتحال میں پاکستان کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے کیونکہ ایک طرف پاکستان چین کا دوست ہے اور دوسری طرف ایران اور سعودی عرب کے ساتھ پاکستان کے برادر اسلامی ممالک ہیں- پاکستان ایران اور سعودی عرب کے مابین ہمیشہ دوستانہ تعلقات کا حامی رہا- سی پیک کی وجہ سے پاکستان چین اور عرب دنیا کے درمیان ایک پُل (bridge) کی حیثیت رکھتا ہے- چائنہ نے ایران اور سعودی عرب کے مابین سفارتی تعلقات قائم کر کے شاندار کامیابی حاصل کی ہے-

"Chinese track-II diplomacy has succeeded to achieve a 'diplomatic miracle' by brokering a peace deal between Saudi Arabia and Iran which has even further brightened scope, importance and utility of the Belt & Road Initiative (BRI) and China-Pakistan Economic Corridor (CPEC)".[1]

"چائنہ ٹریک ٹو ڈپلومیسی کے ذریعے سعودی عرب اور ایران کے درمیان معاہدہِ امن کو منعقد کروا کر 'سفارت کارانہ معجزہ' کو حاصل کر چکا ہے- جو کہ سی پیک اور BRI کے لیے مزید روشن امکانات، اہمیت اور منفعت رکھتا ہے"-

ایران- سعودی تعلقات کی اہمیت:

مسلم دنیا میں ایران اور سعودی عرب کو بہت اہمیت حاصل ہے- ان کا کردار دو بڑے بھائیوں کی طرح ہے ان کے درمیان تعلقات کی خرابی کا نقصان پورے خطے کو اجتماعی طور پر بھگتنا پڑا ہے -ماضی میں دونوں ریاستوں نے مشرق وسطیٰ کی دیگر ریاستوں میں پراکسی وار میں کسی نہ کسی طرح شریک تھے- جیسے یمن میں حکومت اور حوثی قبائل کے مابین فسادات، اسی طرح شام، لبنان اور عراق میں جاری لڑائیوں میں یہ ایک دوسرے کے مخالف گروہوں کو امداد اور اسلحہ وغیرہ فراہم کرتے رہے ہیں- جس کی وجہ سے پورا خطہ آہن وبارود کی آگ میں جھلستا رہا- مشرق وسطیٰ میں مغربی طاقتوں اور اُن کے اتحادیوں نے اسرائیل کو ناجائز تحفظ فراہم کرنے کے لیے "تقسیم کرو اور حکومت کرو" (Divide and Rule) کی پالیسی جاری کی- اس کے لیے انہوں نے سعودی عرب کو اپنا اتحادی بنا لیا اور ایران کو دشمن قرار دے دیا- ایران اور سعودی عرب کے درمیان لڑائیوں سے تمام عالمی

[1] https://pakobserver.net/bris-future-and-saudi-arabia-iran-peace-agreement-by-dr-mehmood-ul-hassan-khan/

عوامل نے خوب فائدہ اٹھایا-ایک طرف جہاں مغربی ممالک نے تیل اور گیس کی یقینی فراہمی اور اسلحہ کی ترسیل سے اپنی معیشت کو نفع پہنچایا تو دوسری طرف اسرائیل کو عرب دنیا سے درپیش خطرات سے تحفظ فراہم کیا-

اس صورتحال میں ایران اور سعودی عرب کا ایک دوسرے کے قریب آنانہایت خوش آئند ہے کیونکہ ان کی دوستی سے مشرقِ وسطیٰ کے ممالک شام، لبنان اور عراق میں جاری لڑائیوں میں کمی واقع ہو گی اور اسرائیل کی بڑھتی ہوئی جابرانہ مہمات میں رکاوٹ پڑے گی-عرب دنیاکا آپس میں اختلافات کو حل کرنے کے لیے مکالمہ کو فروغ دینا نہایت مثبت پیش رفت ہے-

"Most Arab states have renewed ties with Syria and the regime of President Bashar al-Assad, and new efforts are afoot to resolve the Yemen war and the political crisis in Lebanon".[2]

"کثیر عرب ریاستوں نے شام اور بشار الاسد کی حکومت کے ساتھ تعلقات کا اعادہ کیا ہے اور نئی کاوشیں یمن جنگ اور لبنان کے سیاسی بحران کو حل کرنے کے لیے زیرِ عمل ہیں"-

مسلم دنیا کی جغرافیائی اہمیت:

موجودہ عالمی سیاسی تناظر میں مسلم دنیا کی جغرافیائی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے-کیونکہ عالمی سیاست کا مرکز بحرِ ہند (Indian Ocean) اور بحر الکاہل (Pacific Ocean) ہیں-جس میں بحیرہ جنوبی چین، بحیرہ عرب، بحر احمر اور سیوز کنال وغیرہ شامل ہیں-پوری دنیا کا 54٪ تیل اور گیس مشرقِ وسطیٰ سے پوری دنیا میں ترسیل ہوتا ہے جو کہ ایران اور سعودی عرب کے مابین موجود سٹریٹ آف ہرمز (Strait of Hurmuz) سے ہوتا ہوا آگے بحیرہ عرب میں جاتا ہے-اسی طرح عالمی تجارت کی آبی گزر گاہوں میں موجود تین اہم ترین چوک پوائنٹس (Chokespoints) مسلم ممالک میں واقع ہیں جو کہ سیوز کنال، باب المندب اور سٹریٹ آف ہرمز ہیں- اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جاندار حکمتِ عملی، باہمی اتحاد اور کامیاب سفارت کاری سے یہ عرب ممالک معاشی اور سماجی ترقی میں بیش بہااضافہ کرسکتے ہیں-

پاکستان کا کردار:

باوجود تمام تر داخلی و معاشی کمزوریوں کے، عالمی سیاست کے تناظر میں پاکستان کی اہمیت روزِ روشن کی طرح سب پر عیاں ہے کیونکہ امریکہ اور چین کے درمیان جو جاری مقابلہ بازی ہے جسے سرد جنگ 2 (Cold War 2) بھی کہا جاتا ہے-اس میں چین کی بڑی پالیسی "BRI Belt and Road Initiatives" پر منحصر ہے-یہ ایک عظیم پروجیکٹ ہے-جس کی حدود ایشیا،افریقہ اور یورپ تک پھیلی ہوئی ہیں- اس کی ایک اہم شاخ "China Pakistan Economic Corridor" ہے-چین اس کو سب سے اہم پروجیکٹ (Flagship Project) قرار دے چکا ہے-کیونکہ یہ پروجیکٹ نہ صرف پاکستان کے لیے گیم چینجر ہے بلکہ یہ چائنا اور مسلم دنیا کے حالات کو بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے-

"Through collective efforts over eight years, CPEC has injected momentum to Pakistan's prosperity and regional connectivity; gained more positive response in both countries and the region; and will play an increasing constructive and responsible role as a game-changer for China and Pakistan, for the region and beyond".[3]

[2] https://tribune.com.pk/story/2420520/iran-saudi-thaw
[3] https://tribune.com.pk/story/2386838/cpec-a-game-changer-in-the-changing-world

"آٹھ سال کی مجموعی کاوشوں سے سی پیک نے پاکستان کی خوشحالی اور خطے کو جوڑنے میں تحریک پیدا کی ہے؛ اس نے دونوں ممالک اور علاقے کے اندر بہت مثبت رد عمل حاصل کیا ہے اور یہ گیم چینجر کے طور پر چائنہ اور پاکستان کے لیے اور خطے میں اور اس سے باہر بھی بہت ذمہ دارانہ اور تعمیری کردار ادا کرے گا"۔

چائنا کے لیے سی پیک کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کیونکہ بحیرہ جنوبی چین میں امریکہ اور چین کے مابین کشیدگی میں اضافے کے باعث فقط سی پیک ہی چین کے لیے متبادل راستہ فراہم کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

ایران اور سعودی عرب کے درمیان تعلقات کی بحالی پاکستان کے لیے بہار کے جھونکے کے مترادف ہے ۔کیونکہ پاکستان نے ایران اور سعودی عرب کے درمیان لڑائی میں ہمیشہ ایک بھائی کی طرح ثالثی خدمات پیش کی ہیں۔ایران پاکستان کا ہمسایہ اور مسلمان ملک ہونے کی وجہ سے فطرتی طور پر اہم ہے۔اسی طرح سعودی عرب حرمین شریفین اور مسلم دنیا کے لیڈر کی حیثیت سے پاکستان کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔اسی وجہ سے پاکستان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے ان کے درمیان دوستانہ تعلقات ہوں۔

عالمی بساط پر جاری تبدیلیوں میں یہ عمل بھی نہایت حوصلہ افزا ہے کہ چین مسلم دنیا میں اپنے اثر و رسوخ میں اضافہ کر رہا ہے۔ پاکستان کے لیے یہ نفع مند صورتحال ہے کیونکہ پاکستان کے چین کے ساتھ لازوال دوستانہ تعلقات قائم ہیں اور پاکستان اپنے آئیڈیا اور نظریہ کی وجہ سے مسلم دنیا میں قائدانہ کردار کے حامل کے طور پہ دیکھا جاتا ہے۔یوں پاکستان چین اور مسلم دنیا کے درمیان پُل کا کردار ادا کر رہا ہے۔چین معاشی ترقی اور دفاع میں بہتری کے لیے مسلم دنیا کے ساتھ تجارتی اور معاشی روابط میں اضافہ کر رہا ہے۔جو کہ مسلم دنیا کی ترقی اور سلامتی کے لیے فائدہ مند ہے۔حالیہ دنوں میں فلسطین کی آزادی کے لیے چین نے اپنا اصولی موقف پیش کیا۔چائنی دفتر خارجہ کے ترجمان وینگ وینبن (Wang Wenbin) نے کہا:

> *"China will continue to work with the international community for a comprehensive, just and enduring solution to the Palestinian question at an early date".*[4]

"چائنہ جلد از جلد فلسطین معاملے کے جامع، منصفانہ اور مستقل حل کے لیے عالمی برادری کے ساتھ کام جاری رکھے گا"۔

چین کے ساتھ روس بھی پاکستان کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوطی کی طرف لا رہا ہے۔اس طرح پاکستان کا عالمی سیاست میں چین، روس اور مسلم دنیا کے بڑے ممالک ایران، ترکی اور سعودی عرب کے ساتھ مل کر دوستانہ روابط کو فروغ دینا نہ صرف عالمی سیاست میں تبدیلی کا مظہر ہے۔ بلکہ پوری مسلم اُمہ میں بھی اتحاد، یگانگت اور خوشحالی کی نوید ہے۔

OIC کا پلیٹ فارم اور اتحادِ امت:

Organization of Islamic Cooperation ایک عظیم عالمی تنظیم ہے جو مجموعی طور پر مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور بہتری میں عظیم کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مسلم دنیا یورپی یونین کی طرز پر مل کر آزاد تجارت اور ویزا فری پالیسی قائم کرکے معیشت، تجارت، سیاحت اور تعلیم کے فروغ میں دن دُگنی رات چگنی ترقی کر سکتے ہیں۔یہ تنظیم دفاعی تعاون کے لیے بھی نہایت موزوں اور بہترین پلیٹ فارم ہے بشرطیکہ اس کی قیادت بے خوف اور بابصیرت لوگوں کے ہاتھ میں ہو۔

[4]https://thediplomat.com/2023/06/china-hosts-palestinian-president-abbas-as-beijing-steps-up-middle-east-diplomacy/

مشرق وسطیٰ میں پراکسی جنگوں نے پوری مسلم دنیا کو متاثر کیا ہے-شام، عراق، لبنان اور عراق اس آگ میں اب تک جھلس رہے ہیں- موجودہ تازہ اور خوشگوار تعلقات میں مضبوطی کے باعث مسلم اُمہ میں امن واستحکام کی امید روشن ہوئی ہے-ترکیہ میں صدر اردگان دوبارہ الیکشن جیت کر صدر بن گئے ہیں- صدر اردگان بھی مسلم اُمہ کی مجموعی بہتری کے لیے کوشاں رہتے ہیں- عالمی سیاست کے اس اہم موڑ پر ان کی جیت یقیناً ایک مثبت پیش رفت ہے-

افغانستان اور وسطی ایشیائی ممالک کی ترقی وخوشحالی کے لئے بھی سعودیہ ایران دوستی نفع مند ثابت ہوگی- پاکستان ان ممالک کے لیے ایک اہم معاشی گزر گاہ کے طور پر اپنا کردار ادا کر سکے گا-کیونکہ یہ ممالک بندرگاہیں نہ ہونے کے باعث تجارت کے لیے کسی دوسرے سمندر سے ملحقہ ملک پر انحصار کرتے ہیں- لہٰذا پاکستان سی پیک کے راستے سے ان ممالک کے لئے تجارتی شاہراہ فراہم کرنے کا اہم ذریعہ ہے- جو ان ممالک کی عرب دنیا تک رسائی کا اہم ذریعہ ہے- ان ممکنہ کامیابیوں کے حصول کے لیے OIC کے پلیٹ فارم کے ذریعے اتحاد ناگزیر ہے-OIC مسلم دنیا کو ایک مجسم صورت میں جوڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے کیونکہ اس کی بنیادیں مسلم اُمہ کے مجموعی تحفظ پر قائم کی گئی ہیں-

بین الاقوامی چیلنجز کامقابلہ:

مسلم دنیا کو اجتماعی طور پر بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے- بالخصوص اسلام مخالف مغربی اور بھارتی عناصر کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیا جاتا ہے-اسلاموفوبیا(Islamophobia) کی تشہیر میں ابلیسی طاقتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا- جس کی وجہ سے اسلام پر دہشت گردی اور انتہا پسندی جیسے فرسودہ الزامات عائد کیے گئے جو کہ ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے مترادف ہیں- اس صورتحال میں پوری مسلم دنیا پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ پرامن طریقے سے اپنی علمی اور عملی سرگرمیوں سے ان سازشوں کا قلع قمع کریں اور اسلام کے حقیقی اور پرامن پیغام کو پوری دنیامیں فروغ دے سکیں- لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلم دنیامیں اتحاد اور یکجہتی ہو-

حاصل بحث:

ہماری نالائقیوں اور کوتاہیوں کے باوجود قدرت ہم پہ مہربان ہے اور ہمارے لئے اپنا آپ سنبھالنے اور آگے بڑھنے کے راستے کھول رہی ہے جس کی ایک جھلک گزشتہ سطور میں ہم نے ملاحظہ کی کہ عالمی میدان میں نئی تبدیلیوں کے باعث پاکستان مرکز کی حیثیت حاصل کرچکاہے-اس صورتحال میں پاکستان کو دانائی، لیاقت اور تدبر کے ساتھ: اپنے داخلی بحران سے نمٹنا ہوگا، صنعت اور پیداوار کو بڑھانے کیلئے توانائی کے بحران سے نمٹنا ہوگا، اپنی خارجہ پالیسی اور سفارت کاری کو موثر تر انداز میں آگے بڑھانا ہوگا تاکہ پاکستان کی سلامتی، وقار اور استحکام پر کوئی آنچ نہ آسکے- مسلم اُمہ کے ساتھ مضبوط تعلقات پاکستان کی ترقی اور دفاع کے لیے ناگزیر ہیں- پاکستان چائنہ کے تعاون سے سی پیک اور دیگر ترقی کے منصوبوں کے ذریعے مسلم اُمہ اور پورے خطے کی اجتماعی ترقی اور خوشحالی میں اہم کردار ادا کرسکے گا-

☆☆☆

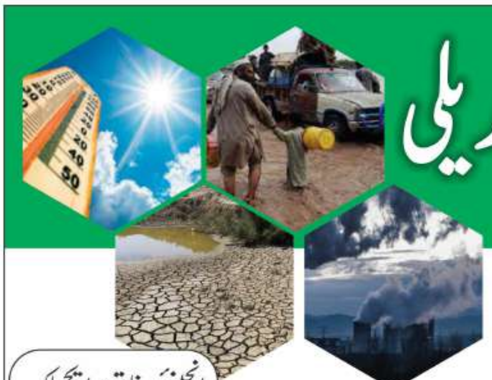

پاکستان میں موسمیاتی تبدیلی سے ہونے والے نقصانات کا جائزہ

انجینئر رفاقت ایچ ملک

موجودہ دور میں انسانیت کو درپیش مسائل میں موسمیاتی تبدیلی ایک سنگین مسئلہ ہے جس نے زمین پر انسانی وجود کو خطرات لاحق کر دیئے ہیں۔موسمیاتی تبدیلی کی ایک بڑی وجہ زمین کے درجہ حرارت میں اضافہ ہے جس کا موجب گرین ہاوس اثر ہے۔گرین ہاوس اثر فضا میں گرین ہاوس گیس کے اخراج سے پیدا ہوتا ہے۔گرین ہاوس گیس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ، میتھین، نائٹرس آکسائیڈ اور دیگر گیسیں ہیں۔دنیا میں صنعتی انقلاب کے بعد فضا میں گرین ہاوس گیس کے اخراج میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے۔1850ء تک فضا میں کاربن ڈائی آکسائید کی مقدار 280 پی پی ایم تھی[1] جو کہ 2019ء میں بڑھ کر 410 پی پی ایم[2] ہو گئی ہے۔آئی پی سی سی کی رپورٹ کے مطابق زمینی سطح کے اوسط درجہ حرارت میں 1850ء سے لے کر اب تک 1.1 ڈگری سینٹی گریڈ کا اضافہ ریکارڈ کیا جا چکا ہے۔یہ اضافہ بلاشبہ انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے رونما ہوا ہے۔بظاہر یہ اضافہ انتہائی معمولی محسوس ہوتا ہے لیکن کائنات کے قدرتی نظام میں معمولی ردوبدل سے انتہائی بھیانک اثرات نمودار ہوتے ہیں۔1970ء کے بعد اوسط درجہ حرارت میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے درجہ حرارت میں اضافہ، سمندر کی سطح میں اضافہ، بارشوں کے سلسلوں میں تبدیلی قحط سالی اور سیلاب جیسی آفات کا انسانیت کو سامنا ہے جس سے دنیا کا کوئی خطہ بھی محفوظ نہیں ہے۔2022ء کا سال انسانی تاریخ میں ماپا جانے والا پانچواں گرم ترین سال تھا۔[3] موسمیاتی تبدیلی پورے کرۂ عرض کو متاثر کر رہی ہے لیکن افریقہ اور ایشیاء کے ترقی پذیر ممالک مالی مشکلات، تحقیق و سائنسی سہولیات کے فقدان اور تربیت یافتہ افراد کی کمی کے سبب زیادہ خطرے میں ہیں۔پاکستان موسمیاتی تبدیلی سے متاثر ہونے والا ممالک کی فہرست میں آٹھویں نمبر پہ ہے۔[4] پاکستان میں موسمیاتی تبدیلی کے نمایاں اثرات میں انسانی صحت کو خطرات، غذائی اجناس کی پیداوار میں کمی، وبائی امراض کے پھیلاؤ میں اضافہ، موسموں کے دورانیے میں تغیر اور شدت، سیلاب اور گرمی و سردی کی لہروں میں اضافہ خشک سالی، گلیشئرز کے پگھلاؤ اور سطح سمندر میں اضافہ، شامل ہیں۔جرمن واچ کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے 2000ء سے لے کر 2019ء تک 500 اموات اور 3771 ملین ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔پاکستان کی جی ڈی پی کے ہر یونٹ پر 052. فیصد نقصان موسمیاتی تبدیلی کے باعث ہو رہا ہے اور 19 سالوں میں پاکستان میں موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے 173 قدرتی آفات رونما ہوئی ہیں۔جبکہ گرین ہاوس گیس کے اخراج میں پاکستان کا محض 0.8 فیصد حصہ ہے۔[5] اقوام متحدہ کے سیکٹری جنزل کے مطابق پاکستان کے لوگ موسمیاتی ناانصافی کا دل خراش خمیازہ بھگت رہے ہیں۔پاکستان عالمی

[1](MPACT OF CLIMATE CHANGE ON AGRICULTURE: EMPIRICAL, 2011)
[2]AR6 Synthesis Report: Climate Change 2023
[3]State of the Global Climate 2022
[4]GLOBAL CLIMATE RISK INDEX 2021
[5]Final report of the task force on climate change

گرین ہاؤس گیس کے اخراج میں ایک فیصد سے بھی کم کا ذمہ دار ہے جبکہ یہ انسانی سرگرمیوں کے باعث وقوع پذیر ہونے والی موسمیاتی تبدیلی کی بہت بڑی قیمت ادا کر رہا ہے۔

"The people of Pakistan are the victims of a grim calculus of climate injustice. Pakistan is responsible for less than 1 per cent of global greenhouse gas emissions, yet it is paying a supersized price for manmade climate change".[6]

پاکستان اپنے جغرافیائی حدود اربعہ کی وجہ سے موسمیاتی تبدیلی کے خطرناک اثرات کی لپیٹ میں ہے - پاکستان کے جغرافیہ میں بڑا تنوع ہے جہاں ایک جانب برف پوش بلند پہاڑی سلسلے ہیں تو دوسری جانب بحیرہ عرب کی سطح سمندر - ایک جانب دنیا کے سرد ترین گلیشئرز ہیں تو دوسری طرف گرم ترین علاقے بھی ہیں- پاکستان کا زمینی علاقہ خشک اور نیم خشک موسم پہ مشتمل ہے جہاں 60 فیصد علاقے میں سالانہ 250 ملی میٹر سے کم بارش ہوتی ہے اور 24 فیصد علاقے میں 240-500 ملی میٹر بارش ہوتی ہے جبکہ شمالی علاقہ جات میں 700-2000 ملی میٹر سالانہ بارش / برف باری ہوتی ہے-[7] زرعی معیشت ہونے کی وجہ سے پاکستان موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے زیادہ خطرے میں ہے کیونکہ زراعت کا انحصار موسم اور بارشوں پہ ہوتا ہے- انفارم رسک انڈیکس 2023 کی رپورٹ کے مطابق پاکستان تباہ کاریوں کی درجہ بندی میں 6.1 کے خطرناک اسکیل پہ ہیں - پاکستان میں سیلاب سے ہونے والی تباہ کاری بہت خطرناک ہے-

جدول 1 انفارم رسک انڈیکس 2023 کے مطابق پاکستان کی درجہ بندی[8]:

خشک سالی:

(10–0)	4.8

سونامی:

(10–0)	6.7

سیلاب:

(10–0)	8.8

مجموعی درجہ بندی:

(191–1)	24

مجموعی خطرہ:

(10–0)	6.1

نبرد آزما ہونے کی صلاحیت

(10–0)	5.4

درجہ حرارت میں اضافہ:

درجہ حرارت میں اضافہ پاکستان کے لیے ایک بڑا مسئلہ ہے- درجہ حرارت میں اضافے کی وجہ سے گرمیوں کے موسم میں گرمی کی شدت میں اضافہ ہوا ہے اور سردیوں کے دنوں میں گزشتہ برسوں کی نسبت درجہ حرارت میں اضافہ ہے-گزشتہ صدی میں سالانہ اوسط درجہ حرارت میں 0.57°C اضافہ ہوا ہے- لیکن 1961ء کے بعد اس اضافے میں تیزی دیکھی گئی ہے-2007ء–1961ء کے دورانیہ میں 0.47° C اضافہ ہوا ہے- پاکستان کے جنوب میں پنجاب سندھ اور بلوچستان کے علاقوں میں اس کی شدت زیادہ تیز ہے جبکہ جہاں سردیوں میں 0.91°C–1.12° C اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے- جبکہ شمالی علاقوں میں 0.52°C اضافہ ہوا ہے-[9] جیکب آباد 'ایشیا کا گرم ترین' شہر ہے جہاں جیکب آباد میں موسم گرما میں درجہ حرارت کئی ماہ تک 50°C سے زیادہ رہتا ہے- گلوبل وارمنگ کی وجہ سے سطح سمندر گرم ہونے سے کم دباؤ بنتا ہے جس سے سمندری ہوائیں شہر کی طرف آنا بند ہو جاتی ہیں اور لو پریشر کی وجہ سے بلوچستان اور سندھ کے میدانی علاقوں کی ہوا کراچی کو چھوتے ہوئے سمندر کی جانب چلنے لگتی ہے جس کے باعث ہیٹ ویو مزید سنگین ہو جاتی ہے- کراچی میں 2015 میں آنے والی ہیٹ ویو شدید ترین تھی- اس ہیٹ ویو جس میں 1200 سے زائد افراد جان سے گئے- پاکستان

[6] UN Secretary-General Antonio Guterres, Remarks to the UN General Assembly on Pakistan's floods, 7 October 2022
[7] Symposium on "Changing Environmental Pattern and its impact with Special Focus on Pakistan" Paper No. 290
[8] https://drmkc.jrc.ec.europa.eu/inform-index
[9] Climate Risk Country Profiles Pakistan Asian Development Bank 2021

میں سالانہ گرمی کی لہر میں اضافہ ہو گیا ہے 1980 سے 2007 تک سالانہ گرمی کی لہر کے دن بڑھ کر 31 دن تک پہنچ گئے ہیں-

بارشوں کے دورانیے میں تغیر اور شدت:

موسمیاتی تبدیلی کے اثرات کو ماپنے کا ایک اہم عنصر بارشوں کی پیمائش بھی ہے- پاکستان میں موسمیاتی تبدیلی کے باعث بارشوں کی شدت اور دورانیہ میں بھی تبدیلی واقع ہوئی ہے- جس کا نقصان یہ ہوا ہے کہ کم دورانیہ میں ایک ساتھ معمول سے زیادہ بارش سے سیلاب کا خطرہ بڑھ جاتا ہے اور دوسری جانب لمبے دورانیے کے لیے بارش کم ہونے سے قحط سالی پیدا ہوتی ہے- پاکستان میں سالانہ بارشوں کی اوسط میں بڑا فرق پایا جاتا ہے-1970-1960 تک پاکستان میں سالانہ خشک و ساحلی علاقوں میں 15-10 فیصد اضافہ دیکھا گیا جبکہ گرمیوں میں مون سون کے مرکزی علاقوں میں 18-32 فیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے- مجموعی طور پر پاکستان میں سالانہ بارشوں کی اوسط میں 61 ملی میٹر کا اضافہ ہوا ہے-[10] پاکستان کے شمالی زیریں علاقے میں زیادہ تر حصہ بارانی ہے یا وہاں زراعت کا دار و مدار بارشوں پر ہے- جہاں مسلسل خشک سالی کی وجہ سے خوراک کی کمی کا سامنا ہے اور ان علاقوں سے بڑی تعداد میں لوگ نقل مکانی کر رہے ہیں، جس سے پاکستان میں موسمیاتی مہاجرین کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے-

سیلاب:

پاکستان میں موسمیاتی تبدیلی کے سبب آنے والی قدرتی آفات میں سیلاب سب سے بڑا خطرہ ہے-2022 کے سیلاب کو گزشتہ عشروں میں بدترین سیلاب قرار دیا گیا ہے- جس میں 15000 سے زائد افراد لقمہ اجل بنے یا زخمی ہوئے-80 لاکھ افراد کو نقل مکانی کرنا پڑی-20 لاکھ سے زائد گھروں کو نقصان ہوا-

2010 میں آنے والے سیلاب نے بڑے پیمانے پر جانی نقصان کے ساتھ پاکستانی معیشت کو بھی شدید نقصان پہنچایا تھا- نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (این ڈی ایم اے) اعداد و شمار کے مطابق 2010ء کے سیلاب سے پنجاب کے 20 لاکھ لوگ متاثر ہوئے-16 لاکھ گھر تباہ ہوئے اور مجموعی نقصان کا تخمینہ 10 ارب ڈالر ہے-

موسمیاتی تبدیلی کے باعث مون سون کی شدید بارشوں اور گلوبل وارمنگ کے باعث پگھلتے گلیشیئرز پاکستان میں شدید سیلابوں کا باعث بن رہے ہیں- سیلاب سے نہ صرف انسانی آبادیوں، عمارتوں، سڑکوں اور انفراسٹرکچر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے بلکہ اس کے ساتھ کھڑی فصل کے بہہ جانے سے خوراک کی شدید قلت کا خطرہ بھی دن بدن بڑھ رہا ہے-2010 کے بعد سے پاکستان میں سیلاب کا خطرہ بڑھ گیا ہے اور سیلاب کی وجہ سے سالانہ 1 ارب ڈالر کا نقصان ہو رہا ہے-

پاکستان کے شمالی علاقہ جات بشمول گلگت بلتستان اور چترال کے بالائی حصوں میں موجود اونچے پہاڑوں کی چوٹی پر برف اور منجمد گلیشیئر بڑھتے درجہ حرارت سے پگھل کر جھیلوں میں تبدیل ہو رہے ہیں- جب یہ جھیلیں انتہائی سطح پر بھر جاتی ہیں تو اچانک پھٹ جاتی ہیں- ان جھیلوں کے پھٹنے کے بعد اونچے پہاڑ کی چوٹی سے لاکھوں گیلن پانی کے ساتھ بڑے بڑے پتھروں کے ساتھ ایک خطرناک سیلاب آتا ہے، جو نیچے موجود پوری وادی کو بہا لے جاتا ہے- اس وقت پاکستان میں 33 کے قریب گلیشئر جھیلیں ہیں جن سے سیلاب کا خطرہ ہے-[11] اس قسم کے سیلاب سے انسانی آبادی کے ساتھ دریا پر بنے پل اور پانی سے چلنے والے چھوٹے بڑے بجلی گھر بہہ جانے کے ساتھ ان

[10]Climate Change Impacts On Health And Livelihoods: Pakistan Assessment IFRC 2021
[11]https://mocc.gov.pk/Detail/ZmI3OWZlMzYtMTdkYy00ZGU5LTgyZjAtMzIxODdkMTBmMTEy

علاقوں کا دیگر علاقوں سے رابطہ منقطع ہو جاتا ہے- اس قسم کے سیلاب کو گلوف کہا جاتا ہے-

سطح سمندر میں اضافہ:

کرۂ عرض کا 70 فیصد علاقہ پانی پہ محیط ہے جس کے باعث سمندروں کے پانی کے درجہ حرارت میں اضافے کے باعث مجموعی طور پہ پوری زمین کی موسمیاتی تبدیلی پہ زیادہ اثر پڑتا ہے- موسمیاتی نظام کی گرمی میں 91 فیصد[12] کردار سمندری پانی کے درجہ حرارت میں اضافے کا ہے- درجہ حرارت میں اضافے گلیشئرز کے پگھلنے اور قطبی برف کے پگھلنے سے سطح سمندر میں اضافہ ہو رہا ہے- دنیا میں عموماً ساحل سمندر کے قریب بڑی انسانی آبادکاریاں ہوتی ہیں اور بندرگاہ کی وجہ سے ایسے علاقے معاشی سرگرمیوں کا بھی محور ہوتے ہیں- سطح سمندر میں اضافے کے باعث ایسی آبادیوں کو شدید خطرات لاحق ہیں- دنیا میں سطح سمندر میں 0.2 میٹر اضافہ ہو چکا ہے- گزشتہ صدی میں پاکستان کے ساحلی علاقوں میں سطح سمندر میں 1.1 ملی میٹر سالانہ اضافہ ہوا ہے- لیکن 2006-2015 کے دورانیہ میں 3.6 ملی میٹر سالانہ اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے-

طوفان:

موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے ایک اور بڑا خطرہ جو پاکستان کے سر پہ منڈلا رہا ہے وہ سمندری طوفان ہے- بحیرہ عرب میں سائکلون بننے کی شدت میں اضافہ ہوا ہے- صرف 2019ء میں بحیرہ عرب میں سات سائکلون بنے-[13] پاکستان میں سمندری طوفان سے خطرہ 6.7 کی خطرناک سطح پر ہے- 2001-2019 میں بحیرہ عرب میں سمندری طوفان بننے کی اوسط میں 52 فیصد اضافہ ہوا ہے-[14] حال ہی میں بحیرہ عرب میں بیپر جوائے نامی سمندری طوفان آیا ہے- اس طوفان کا رخ بھارت کی طرف ہو گیا تھا اور پاکستان میں کوئی نقصان نہیں ہوا لیکن طوفان سے متاثرہ علاقوں میں 67000 سے زائد لوگوں کا انخلا کرنا پڑا-

پاکستان موسمیاتی تبدیلی کا بہت بڑا خمیازہ بھگت رہا ہے- اور مستقبل میں یہ نقصان کئی گنا بڑھ سکتے ہیں جس سے پاکستان کو شدید معاشی و معاشرتی مسائل کا سامنا ہو گا- گرین ہاوس گیس کے اخراج میں پاکستان کا بڑا کردار نہیں ہے لیکن موسمیاتی اثرات شدید ہیں اس لیے موسمیاتی تبدیلی کے محرکات میں تخفیف Mitigation سے زیادہ پاکستان کو موسمیاتی تبدیلی سے موافقت Adaptaion اختیار کرنے پہ توجہ دینی چاہیے تاکہ موسمیاتی تبدیلی سے ہونے والے نقصانات کو کم سے کم کیا جا سکے- (Mitigation) تخفیف کے عمل میں شجرکاری پاکستان کے لیے ایک سود مند عمل ہو گا- شجرکاری گرین ہاوس گیس میں کمی، پانی کے بہاؤ پہ قابو، ساحلی علاقوں کی حفاظت گرمی کی لہر میں کمی کا باعث بنے گی- پاکستان کی معیشت ابھی اس قابل نہیں ہے کہ مستقبل قریب میں ماحول دوست توانائی کے ذرائع اپنائے اس کے لیے پاکستان کو عالمی تنظیموں اور گرین ہاوس گیس خارج کرنے والے ترقی یافتہ ممالک کی مالی معاونت درکار ہو گی- موافقت (Adaptaion) کے عمل میں ضروری ہے کہ پاکستان میں کسی موسمیاتی آفت کے آنے کی پیشن گوئی کو جدید تر کیا جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کے متاثر ہونے والے لوگوں تک اطلاع بر وقت پہنچ سکے- زراعت کے شعبے میں جدید ٹیکنالوجی کی ضرورت ہے مثلاً کاشتکار ایسے بیجوں کا استعمال کریں جو موسمی پیشگوئی کے مطابق زیادہ پیداوار دے سکیں- پاکستان کو معذرت خواہانہ سفارتکاری کو ترک کر کے موسمیاتی تبدیلی کے حوالے سے انتہائی متحرک سفارتکاری کی ضرورت ہے تاکہ دنیا کو یہ باور کرایا جا سکے کہ ہم ان کا کیا دھرا بھگت رہے ہیں اور ترقی پذیر ممالک سے پہلے ترقی یافتہ ممالک گرین ہاوس کے اخراج میں فوری کمی لے کر آئیں- عالمی مالیاتی نظام ترقی پذیر ممالک کو قدرتی آفات سے موثر طور پر نمٹنے کے اقدامات میں رعایتی مالی معاونت دینے سے مسلسل انکاری ہے- اس ضمن میں بھی پاکستان کو آواز اٹھانے کی ضرورت ہے-

☆☆☆

[12] AR6 Synthesis Report: Climate Change 2023 Page no 11
[13] https://www.rmets.org/metmatters/indian-ocean-tropical-cyclones
[14] Changing status of tropical cyclones over the north Indian Ocean July 2021

ماحولیاتی تبدیلی سے پاکستان میں متوقع نقصانات

ذیشان القادری

ماحولیاتی تبدیلی کی تعریف:

اقوامِ متحدہ کے مطابق:

"ماحولیاتی تبدیلی سے مراد درجہ حرارت اور موسم میں طویل المیعاد ردوبدل ہے- یہ ردوبدل قدرتی بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ سورج کی سرگرمی میں تبدیلی سے یا بڑی آتش فشاں کے پھٹنے کے نتیجے میں- تاہم انیسویں صدی سے انسانی سرگرمیاں ماحولیاتی تبدیلی کی بڑی وجہ ہیں جس میں بنیادی طور پر نامیاتی ایندھن (جیسا کہ کوئلہ، تیل اور گیس) کا جلنا شامل ہے"-[1]

نامیاتی ایندھن کے جلنے سے گرین ہاؤس گیسز کے زیر اثر فضا کے گرد ایک تہہ پیدا ہو جاتی ہے جو کہ سورج کی شعاؤں کو واپس خلا میں جانے سے روکتی ہے جس کی وجہ سے زمین پر درجہ حرارت بڑھنا شروع ہو جاتا ہے- درجہ حرارت میں اضافے کے ساتھ ہی سیلاب، گلیشئرز کا پگھلنا، سمندری سطح میں اضافہ اور خشک سالی وغیرہ جیسے واقعات وقوع پذیر ہونا شروع ہو جاتے ہیں- یہاں پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ 'ماحولیاتی تبدیلی' زیادہ جامع اصطلاح ہے جس میں گلوبل وارمنگ (یعنی عالمی طور پر درجہ حرارت کے بڑھنے) کے علاوہ موسم میں دیگر تبدیلیاں بھی شامل ہیں-[2]

پاکستان میں ماحولیاتی تبدیلی:

پاکستان کا جغرافیائی محل وقوع ایسا ہے کہ جہاں ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات زیادہ شدید ہیں-[3] جس کی ایک وجہ پاکستان کا جغرافیائی طور پر دو موسمیاتی نظاموں مون سون اور بحیرہ روم کی وجہ سے موسمی تغیر کے اثرات کی حد پر واقع ہونا ہے-[4] مزید بر آں پاکستان کے منطقہ حارہ (tropical region) کے قریب واقع ہونے کی وجہ سے بھی اس پر ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات زیادہ ہیں-[5] ماضی میں پاکستان شدید موسمی حالات (extreme weather conditions) کا سامنا کرتا رہا ہے جن میں اکثر حالات سیلاب، خشک سالی اور ہیٹ ویوز پر مشتمل ہیں-[6]

جرمن واچ نے پاکستان کو گزشتہ 20 برسوں (2000-2019) میں ماحولیاتی تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثر دس ممالک کی فہرست میں رکھا ہے اور اس دورانیہ میں 173 شدید موسمی واقعات ریکارڈ کیے گئے-[7]

Maplecroft Index اور Columbia University Index کے مطابق بھی پاکستان کو شدید موسمی خطرات لاحق ہیں- کسی ایک شدید موسمی واقعے کو قطعی طور پر ماحولیاتی تبدیلی میں نہیں گردانا جا سکتا تاہم یہ بات قرین قیاس ہے کہ یہ شدید موسمی واقعات ماحولیاتی تبدیلی ہی کو ظاہر کرتے ہیں-[8] مثلاً

[1] https://www.un.org/en/climatechange/what-is-climate-change

[2] https://climate.nasa.gov/faq/12/whats-the-difference-between-climate-change-and-global-warming/

[3] https://www.pakistantoday.com.pk/2022/06/17/climate-change-and-its-impacts-in-pakistan/

[4] Climate change likely increased extreme monsoon rainfall, flooding highly vulnerable communities in Pakistan, Page No. 2

[5] Climate Change and its Impact with Special Focus in Pakistan, Zia Mustafa, Page No. 100

[6] Climate Change and Anthropogenic Impacts on Health in Tropical and Subtropical Regions, Chapter 1. Climate Change and Health Impacts in Pakistan, Page No. 1

[7] Global Climate Risk Index 2021: Germanwatch, Page No. 13

[8] Climate Change: Pakistan's Existential Challenge, Page 1 of 20

ماہرین کے مطابق گزشتہ برس (2022)میں آنے والے سیلاب میں شدت ماحولیاتی تبدیلی ہی کی وجہ سے ہے۔[9]

گزشتہ پچاس برس میں پاکستان کا اوسط سالانہ درجہ حرارت تقریباً C° 0.5 بڑھا ہے جب کہ گزشتہ تیس برس میں ہیٹ ویو پر مشتمل دنوں کی تعداد میں پانچ گنا اضافہ دیکھنے کو ملا ہے۔مزید یہ کہ گزشتہ پچاس برسوں میں بارشوں میں تغیر بڑھا اور بارش کی مقدار میں نسبتاً اضافہ ہوا ہے۔سمندری سطح میں گزشتہ صدی 10 سینٹی میٹر کا اضافہ ہوا ہے۔[10] ماحولیاتی تبدیلی کی وجوہات میں 'کرے کوئی بھرے کوئی' کے مصداق پاکستان کا کردار کافی کم ہے۔ GHG کے اخراج میں دنیا میں پاکستان کا حصہ ایک فیصد سے بھی کم ہے۔[11] تاہم ترقی یافتہ ملکوں کی نسبت ترقی پذیر ملک ماحولیاتی تبدیلی سے نمٹنے کی صلاحیت کی کمی کی وجہ سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

ماحولیاتی تبدیلی سے متوقع نقصانات:

پاکستان ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات سے زیادہ متاثر ہو سکتا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ اس کا زراعت پر انحصار ہے۔ ماحولیاتی تبدیلی کے منفی اثرات کثیر الجہتی (معاشی، معاشرتی اور ماحولیاتی) ہیں۔بنیادی طور پر ماحولیاتی تبدیلی سے درجہ حرارت میں اضافہ ہوتا ہے جس سے باقی تمام موسمی تغیرات وابستہ ہیں۔پاکستان کا درجہ حرارت میں اضافہ عالمی درجہ حرارت میں اوسطاً اضافے سے بڑھ سکتا ہے۔2080 تک جنرل سرکولیشن ماڈل کے مطابق پاکستان کا درجہ حرارت C °4.38 تک بڑھ جائے گا۔

ذیل میں ماحولیاتی تبدیلی سے مختلف پہلوؤں پر اثرات کا ایک مختصر جائزہ دیا گیا ہے:

قدرتی وسائل پر اثرات

آبی وسائل:

ماحولیاتی تبدیلی کے نتیجے میں پاکستان کے شمال میں پائے جانے والے گلیشیرز پر شدید اثرات مرتب ہوں گے۔تحقیقات کے مطابق پاکستان کے گلیشیرز میں دنیا کے قطبی خطوں کے بعد سب سے زیادہ برف موجود ہے۔[12] سندھ طاس کا ایک تہائی حصہ پانی گلیشیرز سے پگھل کر آتا ہے۔[13] درجہ حرارت کے بڑھنے سے گلیشیرز زیادہ تیزی سے پگھلنا شروع ہو جائیں گے۔گو کہ زیادہ بارشوں سے قراقرم کا گلیشیر بڑھ بھی سکتا ہے جس سے وقتی طور پر سندھ طاس میں پانی کی مقدار بڑھ جائے گی تاہم دیرپا طور پر بڑھتی ہوئی پانی کی ضروریات کے پیش نظر متوقع آبی وسائل میں کافی غیر یقینی صورتحال ہے۔[14] پاکستان میں پانی کے ناکافی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت کی وجہ سے زیر زمین پانی پر انحصار بڑھ جائے گا۔سیلاب یا خشک سالی کی وجہ سے پانی کے معیار میں کمی آ جائے گی۔پانی کے ذخائر میں سیلاب کی وجہ سے ترسیب (Sedimentation) کے عمل کے ذریعے کمی واقع ہوگی۔

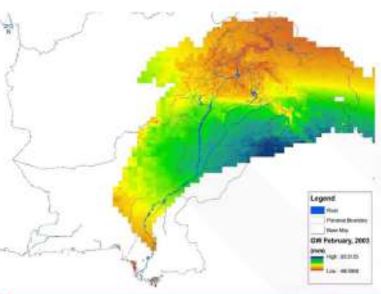

سمندری سطح:

بین الحکومتی کمیٹی برائے ماحولیاتی تبدیلی "IPCC" (Intergovernmental Panel on Climate Change) کے مطابق اس صدی کے آخر تک عالمی سطح پر سمندر کی سطح میں 0.2-0.6m تک اضافہ ہو سکتا ہے۔جبکہ جنوبی ایشیاء جس میں پاکستان بھی شامل ہے سمندر کی سطح میں تقریباً 0.7m تک اضافہ ہو سکتا ہے۔[15] اس اضافے سے نشیبی ساحلی علاقے کیٹی بندر اور دریائے سندھ کے ڈیلٹا کے علاقہ متاثر ہوں گے۔ 2070-2100 کے درمیان سالانہ تقریباً 10 لاکھ لوگ سمندری سیلاب سے متاثر ہوں گے۔خاص کر سندھ کا ڈیلٹا جس کا $4750m^2$ رقبہ

[9]https://www.nytimes.com/2022/09/15/climate/pakistan-floods-global-warming.html
[10]Climate Change Profile of Pakistan: Asian Development Bank, Page No. ix
[11]https://edition.cnn.com/2022/08/30/asia/pakistan-climate-crisis-floods-justice-intl/index.html
[12]https://www.washingtonpost.com/world/asia_pacific/pakistan-has-more-glaciers-than-almost-anywhere-on-earth-but-they-are-at-risk/2016/08/11/7a6b4cd4-4882-11e6-8dac-0c6e4accc5b1_story.html
[13]Indus River Basin Glacier Melt at the Subbasin Scale, Alexandria Giese et al. University of Utah, US, Page No. 1
[14]Country Climate and Development Report, World Bank Group, November 2022, Page No. 16
[15]Country Climate and Development Report, World Bank Group, November 2022, Page No. 21

میٹر سے کم ہے، متاثر ہونے کا خدشہ ہے-[16] 2050ء تک دریائے سندھ کے نزدیک 0.79 فیصد آبادی خطرے کا شکار ہو گی جبکہ 2.73 فیصد ڈیلٹا کا رقبہ ختم ہو جائے گا-[17] سندھ کے ساحلی علاقوں پر بلوچستان کی نسبت زیادہ آبادی کی وجہ سے زیادہ اثرات ہو سکتے ہیں- نمکین پانی کے زیر زمین آبی ذخیروں میں جانے (Saline Intrusion) سے ساحلی زمین کا معیار بری طرح متاثر ہو گا اور پینے والے پانی کے معیار میں کمی آئے گی- سمندری سطح میں اضافے سے ساحلی جنگلات (mangrove forests) انحطاط کا شکار ہوں گے جبکہ مچھلی اور جھینگے کے مساکن کی تباہی (habitat loss) کی صورت میں ان کی پیداوار بھی متاثر ہو گی- سمندر کی سطح بڑھنے سے ساحلی پٹی میں کٹاؤ کی شرح میں اضافہ ہو جائے گا-

جنگلات اور زمین پر اثرات:

جنگلات پاکستان کے رقبے کا 4.8 فیصد ہیں- جنگلات لکڑی، ایندھن، خوراک کے حصول کا ماخذ اور جنگلی حیاتیات کا ٹھکانہ ہیں جبکہ ماحولیاتی طور پر کاربن ڈائی آکسائیڈ میں کمی لاتے ہیں اور ساحلی علاقوں میں طوفان کی شدت کو قابو رکھنے میں معاون ہوتے ہیں- ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات، جن میں شدید بارشیں، درجہ حرارت کا بڑھنا اور سمندری سطح کا بڑھنا شامل ہیں، کے نتیجے میں جنگلات میں حیاتی تنوع کو خطرہ لاحق ہو گا جبکہ جنگلات کی مٹی کا معیار بھی خراب ہو جائے گا-[18]

پاکستان کا 80 فیصد سے زائد رقبہ زرعی یا نیم زرعی ہے- ماحولیاتی تبدیلی سے زمین خشک اور بنجر ہو جائے گی- خشک زمین (dryland) اور صحرا بندی (desertification) جیسے عوامل سے آبی ذخائر میں ترسیب (sedimentation)، مٹی کے طوفان اور حیاتیاتی تنوع کو نقصان پہنچ سکتا ہے-[19]

معیشت پر اثرات

زراعت:

پاکستان ایک زرعی ملک ہے جس کی وجہ سے زراعت کا شعبہ پاکستان کی معیشت میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے- GDP کا 21 فیصد حصہ زراعت پر مشتمل ہے-[20] پاکستان کا 45 فیصد کام کرنے والا طبقہ زراعت سے وابستہ ہے- 2040 تک 0.5-0.2°C کے درجہ حرارت کے اضافے سے فصلوں کی پیداوار میں 8 سے 10 فیصد تک کمی آئے گی- خاص کر گندم کی فصل اور چاول کی فصل میں نمایاں کمی آئے گی-[21] آبپاشی کے لیے زیادہ تبخیر (شدتِ گرمی سے مائع کا بخارات بننا) کے نتیجے میں پانی کی زیادہ ضرورت ہو گی جبکہ سیلاب کی صورت میں بھی زمین کی پیداوار بری طرح متاثر ہو گی- IPCC کی رپورٹس کے مطابق پاکستان میں درجہ حرارت بڑھنے سے بارش بڑھ سکتی ہے تاہم سیلاب اور طوفان کے ساتھ ساتھ پانی کی صحیح تقسیم نہ ہونے کے باعث یہ بارشیں زیادہ سودمند ثابت نہیں ہوں گی-[22] لائیو سٹاک زراعت کے شعبے کا 56.3 فیصد حصہ اس پر مشتمل ہے جس سے 80 لاکھ آبادی بلاواسطہ منسلک ہے- سیلاب کے نتیجے میں جانوروں کی زندگیوں کو خطرات درپیش ہیں- جیسا کہ 2022 میں سیلاب کی وجہ سے ساڑھے گیارہ لاکھ کے لگ بھگ مویشیوں کی اموات ہوئیں-[23] خشک سالی اور سیلاب کی وجہ سے چراہ گاہیں کم ہو سکتی ہیں- جس کی وجہ سے جانوروں کے چارے کے معیار و مقدار میں کمی ہو گی اور ان میں وبائی امراض میں اضافے ہو گا-

صنعت و توانائی:

شدید موسمی حالات کی وجہ سے توانائی کا انفراسٹرکچر تباہ ہو سکتا ہے- زیادہ گرمی کی وجہ سے ایئر کنڈیشننگ کی ضروریات کے نتیجے میں توانائی کی ضروریات میں اضافہ ہو گا-[24] اسی طرح آبپاشی کے لیے بھی توانائی کی ضروریات بڑھ جائیں گی- پانی کی کمی بیشی کی وجہ سے پن بجلی کی پیداوار متاثر ہو جائے گی- گرم

---

[16] Country Climate and Development Report, World Bank Group, November 2022, Page No. 17
[17] Climate Change Profile of Pakistan: Asian Development Bank, Page No. 33
[18] Climate Change Profile of Pakistan: Asian Development Bank, Page No. 27
[19] Climate Risk Country Profile: Pakistan, World Bank Group, Page No. 18
[20] The Environment and Climate Change Outlook of Pakistan, Page No. 1
[21] Climate Change Profile of Pakistan: Asian Development Bank, Page No. 24
[22] Climate Change and its Impact with Special Focus in Pakistan, Zia Mustafa, Page No. 103
[23] NDMA. November 18, 2022. NDMA Floods (2022): SITREP Report No.158
[24] Climate Risk Country Profile: Pakistan, World Bank Group, Page No. 31

موسم میں نیوکلیئر اور تھرمل پاور پلانٹس کی پیداوار کی صلاحیت پر بھی اثرات مرتب ہوں گے- صنعت کا تعلق زراعت کے ساتھ بھی ہے چونکہ بعض صنعتوں کا خام مال زرعی ہوتا ہے جیسا کہ (کاٹن، گنا، اور دیگر پروسیسڈ آئٹمز میں استعمال ہونے والی اجناس، پھل وغیرہ) جس کی وجہ سے ماحولیاتی تبدیلی کے نتیجے میں زراعت پر ہونے والے اثرات سے اُن صنعتوں کی پیداوار متاثر ہونے کا بھی خدشہ ہے-[25] ماہی گیروں کے پیشے کو بھی خطرات لاحق ہوں گے کیونکہ درجہ حرارت اور سمندری سطح میں اضافے سے مچھلیوں اور دیگر آبی حیات کے وجود کو خطرات لاحق ہوں گے-

شہری علاقوں اور ٹرانسپورٹ کے نظام پر اثرات:

سیلاب کے نتیجے میں شہری نظام بری طرح متاثر ہو سکتا ہے کیونکہ عموماً شہروں میں سروسز مربوط ہوتی ہیں- کسی ایک سروس میں خلل سے باقی چیزیں بھی متاثر ہو جاتی ہیں- بد قسمتی سے پاکستان میں کسی بھی شہر کا نکاسی آب کا نظام ایسا نہیں ہے جو کہ بارشوں کے وقت شہر میں نظام زندگی معطل ہونے سے بچا لے، کسی حد تک وفاقی دارالحکومت میں بہتری ہوا کرتی تھی مگر گزشتہ تین چار برسوں میں شدید بارشوں کے وقت وہاں بھی روزمرہ زندگی بری طرح متاثر ہوتی دیکھی گئی ہے- ماہرین کے مطابق: زیادہ بارشوں اور فلیش فلڈز (flash floods) سے شہری نظامِ نکاسی پر بوجھ پڑے گا-[26] نکاسی کے پانی کے سیلابی پانی سے ملاپ کے نتیجے میں مختلف بیماریاں پھیلنے کا احتمال بھی ہے- اسی طرح پینے کے پانی میں سیلابی پانی ملنے سے اس کا معیار خراب ہو جائے گا- زیادہ بارشوں سے پہاڑوں کے قریب واقع آبادیاں لینڈ سلائیڈنگ سے متاثر ہو سکتی ہیں- ساحلی شہروں جیسا کہ کراچی میں سمندری سطح بڑھنے اور طوفان کی وجہ سے سرکاری و نجی املاک کو نقصان پہنچ سکتا ہے- ہیٹ ویوز (heat waves) اور اربن ہیٹ آئی لینڈز ایفیکٹ (urban heat island effect) کے باعث شرح اموات میں اضافہ متوقع ہے- گنجان علاقوں میں ٹرانسپورٹ کی زیادہ ضروریات کے پیش نظر سیلاب اور برف باری کی صورت میں صورت حال مخدوش ہو سکتی ہے- پہاڑی علاقوں میں برف باری اور لینڈ سلائیڈنگ سے نقل و حمل میں شدید رکاوٹ درپیش ہو گی- شدید بارشوں کے نتیجے میں سڑکیں اور پُل بھی تباہ ہو سکتے ہیں- سمندری ساحل پر سیلاب، طوفان اور دیگر شدید موسمی حالات سے بحری ذرائع آمدورفت کا انفراسٹرکچر بھی شدید متاثر ہو گا-

انسانوں پر اثرات

صحت پر اثرات:

ماحولیاتی تبدیلی کے نتیجے میں صاف آب و ہوا، مناسب خوارک، غذائیت اور محفوظ پناہ گاہ کی موجودگی پر اثرات مرتب ہوں گے- جیسا کہ 2015 کے دوران آنے والی ہیٹ ویو کی وجہ سے پاکستان میں 15 سو لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور 65 ہزار لوگ ہسپتالوں میں داخل ہوئے- بارشوں اور درجہ حرارت میں تبدیلی سے مختلف وبائی امراض پھیلنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے- 2010ء کے سیلاب کے نتیجے میں خوراک کی کم از کم ضروریات پوری نہ ہونے والی آبادی کے تناسب میں 3 فیصد اضافہ ہوا جس سے 50 لاکھ آبادی کی غذائیت کی کمی کا شکار ہوئی-[27] شدید موسمی واقعات سے فاقہ کشی، ہیٹ سٹروک (heat stroke) کے علاوہ دماغی امراض بڑھنے کا بھی خدشہ ہوتا ہے جیسا کہ مایوسی (depression)، ذہنی تکلیف (distress) اور جارحانہ پن (aggression) وغیرہ- درجہ حرارت کے بڑھنے سے پانی اور خون سے پھیلنے والی بیماریوں میں بھی اضافہ متوقع ہے- چونکہ گرمی میں مچھروں کی افزائش کی جگہیں بڑھ جاتی ہیں اس لئے ڈینگی اور ملیریا جیسے امراض بھی بڑھیں گے-

مختلف طبقات پر اثرات:

پاکستان کی کافی آبادی غربت کا شکار ہے جو قدرتی آفات میں مزید متاثر ہوتی ہے- UNISDR کے مطابق پاکستان میں

[25]Climate Change and its Impact with Special Focus in Pakistan, Zia Mustafa, Page No. 109
[26]Country Climate and Development Report, World Bank Group, November 2022, Page No. 35
[27]Country Climate and Development Report, World Bank Group, November 2022, Page No. 36-37

قدرتی آفات سے سالانہ اوسطاً 1.3 ارب ڈالر کا نقصان ہوتا ہے جس کا 75 فیصد سیلاب کی وجہ سے ہے- جرمن واچ کے مطابق 3.8 ارب ڈالر کا نقصان ہوتا ہے-[28] Demography کی وجہ سے بھی ماحولیاتی تبدیلی کے نتیجے میں زیادہ نقصانات ہوسکتے ہیں چونکہ 3000 کلومیٹر میں پاکستان کی زمین 8500 میٹر سے سطح سمندر تک آجاتی ہے جس کی وجہ سے دریاؤں کے آس پاس بسنے والی گنجان آبادی سیلاب کے ذریعے متاثر ہوگی-[29] موسمی واقعات کے نتیجے میں معذور افراد کے متاثر ہونے کا خدشہ زیادہ ہوتا ہے-[30] پاکستان میں 6.2 فیصد لوگ کسی نہ کسی معذوری کا شکار ہیں جو کہ ایک خاطر خواہ تعداد ہے جو ماحولیاتی تبدیلی سے متاثر ہوسکتے ہیں-[31] حاملہ اور دودھ پلانے والی مائیں ماحولیاتی تبدیلی کے نتیجے میں غذائیت کی کمی کا شکار ہو سکتی ہیں- زراعت میں ہونے والے اثرات کسانوں کی صحت اور ذریعہ معاش پر بھی ہوں گے- پاکستان میں کافی لوگ کچی آبادیوں میں بھی رہتے ہیں جن پر ماحولیاتی تبدیلی طوفان، سیلاب اور شہری گرمی (urban heat island effect) سے زیادہ شدید اثرات مرتب ہوں گے-[32] مہاجرین جن میں افغانستان سے آئے ہوئے لوگ اور ملک کے اندر ہی ہجرت کرنے والے لوگ (Internally Displaced Persons) جو کہ پہلے سے ہی بنیادی سہولتوں کی کمی کا شکار ہیں، مزید متاثر ہوں گے- کچھ کمزور طبقات کے اندر قوت خرید میں کمی کی وجہ سے دیگر شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی معاشی طور پر متاثر ہوں گے-

حرفِ آخر:

کئی محققین کے مطابق ماحولیاتی تبدیلی کا مسئلہ پاکستان کی قومی سلامتی کے لیے غیر روایتی خطرہ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے-[33] ماحولیاتی تبدیلی سے عملی بنیادوں پر نمٹنے کی ضرورت ہے-[34] ماحولیاتی تبدیلی سے نمٹنے کیلئے تخفیف (mitigation) اور موافقت (adaptation) کے حوالے سے کام کرنا ضروری ہے- GHG کا کم اخراج پاکستان میں ماحولیاتی تبدیلی سے بچاؤ میں زیادہ محدود و معاون ثابت نہیں ہو سکتا-[35] تاہم پھر بھی پاکستان کو Decarbonization کے لیے اسے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے کیونکہ مستقبل میں GHG کا اخراج بڑھے گا- نقل و حمل کے صاف ذرائع پر سرمایہ کاری کرنے سے آلودگی میں کمی لائی جا سکتی ہے- توانائی کے روایتی طریقوں کی بجائے متبادل ذرائع مثلاً سولر اور ونڈ انرجی کو بروئے کار لایا جائے- توانائی کے شعبوں میں پیداوار کے اخراجات کو کم کر کے، اس کی ترسیل اور تقسیم میں بہتری لائی جا سکتی ہے- چونکہ پاکستان کی زرعی سرزمین کی آبپاشی 90 فیصد تک یک دریائی نظام پر مشتمل ہے اس ضمن میں آبپاشی کا نظام بہتر کیا جا سکتا ہے-[36] پاکستان کا شہری رقبہ 60 فیصد تک بڑھنے کا امکان ہے اس لیے زمین کا استعمال منصوبہ بندی سے کیا جائے۔ موسمیاتی تبدیلی سے زراعت کا نقصان اپنی جگہ، زرعی اراضی کا بغیر جامع منصوبہ بندی کے شہری علاقوں کی شکل اختیار کر لینا بھی زراعت و معیشت کیلئے ایک بڑا نقصان ہے- صحت کے حوالے سے صاف پانی، صفائی اور حفظانِ صحت سے بھی بہتری لائی جا سکتی ہے- شجر کاری پاکستان کے 6 فیصد سے بھی کم رقبے پر ہے- درختوں کی کٹائی میں کمی لانے اور شجر کاری کرنے سے بہتری لائی جا سکتی ہے- حیاتیاتی تنوع اور آبی وسائل کے تحفظ کے لیے اقدامات اٹھانا ضروری ہیں - تباہ کن ماحولیاتی تبدیلیوں کے لیے جلد خبردار کرنے کا طریقہ کار بھی شدید موسمی واقعات سے بچاؤ میں مفید ثابت ہوگا- اگرچہ حکومتی سطح پر ماحولیاتی تبدیلی سے نمٹنے کے لیے کچھ اقدامات دکھائی دیتے ہیں جیسا کہ 2017ء میں ماحولیاتی تبدیلی کی وزارت بنائی گئی - تاہم، ہم سب کے لیے ضروری ہے کہ اپنی اپنی سطح پر ماحولیاتی تبدیلیوں سے نبٹ کر اپنی آنے والی نسلوں کو ایک مضبوط اور خوشحال پاکستان دیں-

☆☆☆

[28]Country Climate and Development Report, World Bank Group, November 2022, Page No. 21
[29]Climate Change: Pakistan's Existential Challenge, Page 2 of 20
[30]Climate Change Impacts on Health and Livelihoods, Pakistan Assessment, IFRC, Page No. 12
[31]https://tribune.com.pk/story/2365146/pakistani-people-with-disabilities
[32]Climate Change Impacts on Health and Livelihoods, Pakistan Assessment, IFRC, Page No. 13
[33]Climate Change: A Non-Traditional Security Threat to Pakistan, PhD Dissertation, NDU, Sanaullah Khan, Page No. iii
[34]https://www.usip.org/publications/2022/07/pakistans-climate-challenges-pose-national-security-emergency
[35]Climate Change and its Impact with Special Focus in Pakistan, Zia Mustafa, Page No. 108
[36]https://www.pakistantoday.com.pk/2022/06/17/climate-change-and-its-impacts-in-pakistan/

قدرتی خزانوں، وسائل اور صلاحیتوں سے مالا مال ملکِ پاکستان

سبینہ عمر ریسرچ اسکالر ایم فل

مملکت پاکستان کو رب ذوالجلال نے خداداد صلاحیتوں سے نوازا ہے- کچھ ایسی صلاحیتیں ہیں جن سے پاکستان کو دنیا میں فروغ اور استحکام حاصل ہوا اور کچھ ایسی صلاحیتیں ہیں جن سے تا حال دنیا نا آشنا ہے- یہ سر زمین اپنے اندر ایسا قدرتی حُسن سموئے ہوئے ہے کہ جس کی پوری دنیا میں کوئی نظیر نہیں ملتی- ارضِ پاکستان اقوام عالم میں بالخصوص اپنے قدرتی حسن کی وجہ سے ایک منفرد و ممتاز مقام رکھتا ہے-

پاکستان اپنے محل و قوع کی وجہ سے عالمی اہمیت کا حامل ہے- اس سر زمین کے سرد و گرم علاقے، حسین ساحلی پٹی اور کئی پہاڑی علاقے دنیا بھر کو اس خطے کی طرف متوجہ کرتی ہے- شمال تا جنوب پاکستان کا رقبہ ایک ہزار میل سے زیادہ ہے جبکہ مشرق تا مغرب چند سو میل سے زیادہ نہیں لیکن یہ مختصر سا خطہ جغرافیائی اور موسمی لحاظ سے کئی خصوصیات کا حامل ہے- پاکستان عرب سمندر کے قریب مشرق وسطی اور عمان کے خلیج میں واقع ہے- علاوہ ازیں افغانستان، ایران، بھارت اور چین اس کے ہمسایہ ممالک ہیں- پاکستان تاجکستان کے بُہت قریب ہے لیکن افغانستان دونوں ملکوں کو واخان راہداری کی طرف سے جدا کرتا ہے- پاکستان دنیا کی دوسری سب سے بڑی مسلم آبادی والے ملک کے طور پر جانا جاتا ہے-[1]

اللہ رب العزت نے اس پاک سرزمین کو قدرتی مناظر کی صورت میں ایسا نور عطا کیا ہے جو اس کے حسن اور دلفریبی میں اضافہ کرتا ہے- دنیا کے کسی بھی ملک میں چلے جائیں جو قدرت کی کاری گری پاکستان کی حسین وادیوں، تپتے صحراؤں، گہرے سمندروں، برفیلی چٹانوں اور وسیع بیابانوں میں ملتی ہیں اور جن نعمتوں کا اظہار اس ملک خداداد میں ہوا ہے دنیا کے کسی اور ملک میں اس کا ملنانا ممکن ہے-

پاکستان میں سیاحت کی اہم اقسام چار زمروں میں منقسم ہے، یعنی آثار قدیمہ اور تاریخی سیاحت، ماحولیاتی سیاحت، ایڈونچر ٹورازم اور مذہبی سیاحت- جسے صراحتاً پیش کیا جاتا ہے:

سیاحت:

دنیا بھر میں سیاحت ایک ایسی منافع بخش صنعت ہے جو کئی سیاحوں کی کشش، زر مبادلہ اور ملکی فروغ کا باعث ہے- پاکستان اپنی اس صلاحیت کے باعث پوری دنیا میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے- پاکستان کی سرسبز و شاداب وادیاں، قدیم تہذیبیں، صحرا، میدان، ساحل سمندر اور دیگر ایسے پر کشش فطری نظارے ہیں کہ سیاح انہیں دیکھے بنا نہیں رہ سکتے-

Condé Nust Traveler عالمی سفر کی معروف ترین امریکی جریدے نے جو کہ دنیا کے بہترین traveler magazine کے طور جانا جاتا ہے -ان کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کو سال 2020ء میں سیاحت کیلئے دنیا کا بہترین ملک قرار دیا- میگزین نے 2020ء کیلئے اپنی سیاحتی ممالک کی فہرست میں پاکستان کو پہلے نمبر پر رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ

[1]Ur-eferrit-com

"پاکستان ایسے خوبصورت سیاحتی مقام کا حامل ملک ہے کہ ہر کسی کو سیاحت کے لیے پاکستان جانا چاہیے- دنیا کے بہترین تعطیلات اور سیاحتی مقام کی دوڑ میں پاکستان نے جاپان، فن لینڈ، فرانس، برطانیہ، ڈنمارک، نیوزی لینڈ اور چین جیسے دنیا کے خوبصورت ممالک کو پیچھے چھوڑ دیا"-

دنیا ایک گلوبل ویلج کی صورت میں سمٹتی جارہی ہے اور اس گاؤں کا حصہ ہونے کے ناطے پاکستان سیاحت، فطرت کے حسن، سنگلاخ پہاڑ، سحر انگیز سمندری ساحلوں اور خوبصورت وادیوں کے حوالے سے ایک تابناک ستارے کی مانند چمک رہا ہے- میگزین کے مطابق طالبان کے ختم ہوتے ہوئے اثر ورسوخ، امن کی بحالی، نرم ویزا پالیسی، دنیا کے سب سے بلند پولو گراؤنڈ، شندور میلے، بلند پہاڑ، وادی کیلاش، ملکی ثقافت اور تاریخی مقامات کی وجہ سے پاکستان کو اس فہرست میں اول نمبر پر رکھا گیا ہے-یہی اہم وجوہات کی بنا پر Condé Nast Traveller نے پاکستان کو 2020ء کے لیے سیاحت کے فروغ کی سب سے بڑی منزل قرار دیا- وضاحت طلب بات یہ ہے کہ پوری دنیا کے سب سے خوبصورت دلکش سیاحتی ممالک کی یہ فہرست ، ٹریولر بلاگرز، utube vlogs، magazines اور adventures club کے تبصرے اور آراء کے بعد ترتیب دی جاتی ہے-[2]

پاکستان دنیا میں بلحاظ خوبصورتی اساطیری حیثیت رکھتا ہے- ان گنت حسین وادیوں، جھرنوں، گلیشیئرز کی بستی کا تذکرہ کیا جائے تو شمالی پاکستان اپنی مثال آپ ہے کہ جس کی دلفریب رنگینیوں کو دیکھنے کے لیے سیاح دنیا کے کونے کونے سے آتے ہیں-اس سحر انگیز شمالی پاکستان میں تین مقامات اپنی دل کشی کی بناء پر سرِ فہرست قرار دیے جاسکتے ہیں جن میں بلتستان کا دیوسائی، بالائی ہنزہ میں خنجراب پاس اور دیامیر کا فیری میڈوز شامل ہیں- علاوہ ازیں پاکستان کے خوبصورت ترین مقامات جن میں سوات، کاغان، کالام، وادی ہنزہ، وادی نیلم اور مری کی پہاڑیاں اپنا دلفریب نظارہ پیش کرتی ہیں جو کہ ذہنی وروحانی لذت کا منبع ہیں-

پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے علاوہ بات کی جائے تو کچھ اور بھی ایسے دلفریب علاقے ہیں جو سیاحت کیلئے اتنی مقبولیت حاصل نہیں کرپائے جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے-

بلوچستان کا زیادہ تر حصّہ خشک پہاڑی اور صحرائی علاقوں پر مشتمل ہے-لیکن کچھ سیاحتی مقامات ایسے ہیں جو قدرتی حسن سے مالا مال ہیں- جن میں تفریحی مقام مولہ چٹوک بھی شامل ہے جسے سیاح چھپی ہوئی جنت سے تشبیہ دیتے ہیں- یہ تفریحی مقام ضلع خضدار کے علاقے مولہ میں واقع ہے- چٹوک سے مراد قطروں کی صورت میں گرنے والا پانی-

وادیٔ سون سکیسر:

وادیٔ سون سکیسر پنجاب کی حسین ترین جگہ کے طور پر اُبھرتی ہے- کوہستانِ نمک کے وسیع پہاڑی سلسلے پر موجود نمک کی کانیں اور نمکین پانی سے بھری قدرتی جھیلوں والے اس سرسبز و شاداب علاقے کو مقامی زبان میں 'موروں کی وادی' کے

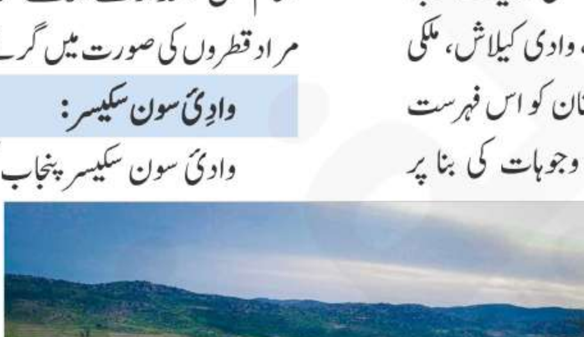

نام سے بھی پکارا جاتا ہے-300 مربع میل پر پھیلی وادیِ سون سکیسر خوبصورت قدرتی جھیلوں، جھرنوں، آبشاروں، سرسبز جنگل کا مجموعہ ہے- یہ وادی پنجاب کے ان چند مقامات میں سے ہے جہاں برف باری بھی ہوتی ہے-یہ کلر کہار سے شروع ہوتی ہے جو وادی نہار کے نام سے موسوم ہے اور یہاں آنے والے زیادہ تر سیاح اپنے دورے کی شروعات پہاڑ کی چوٹی پر واقع 'آہو باہو' یا 'موروں والی سرکار' کے مزار سے کرتے ہیں جہاں حضرت سُلطان باھُو کی چلہ گاہ ہے اور آپ کے خلیفہ مدفون ہیں-

[2]https://worldnaturenews-com/2020/02/08/pakistan-worlds-best-travel-destination-for-2020-by-conde-nast-traveller/

مشہور صوفی بزرگ سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہاں کی پہاڑی پر 40 روز تک چلہ کیا تھا- پہاڑی پر موجود مزار اور نیچے جھیل کے درمیان میں تختِ بابری موجود ہے- یہاں لگی تختی تاریخی اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے مغل شہنشاہ ظہیر الدین بابر کی فوج نے چٹان تراش کر بابر کے لیے ایک تخت بنوایا جس پر کھڑے ہو کر مغل بادشاہ نے اپنی فوجوں سے خطاب کیا تھا- 'اوچھالی کمپلیکس جس میں شامل نمکین پانی کی جھیلیں، کھبیکی اور جھالر جھیل اپنی خوبصورتی میں مالامال ہیں-[3]

پاکستان دنیا کے اُن دس ممالک کی صف اول میں شامل ہے جہاں دریا پہاڑ سے اُترتے ہیں اور ہزاروں ایکٹر زمینوں کو سیر اب کرتے ہوئے سمندر میں مدغم ہو جاتے ہیں- پاکستان کے حسن میں جہاں گرم ترین علاقے موجود ہیں وہاں سرد ترین علاقے بھی اپنی خوبصورتی بیان کرتے ہیں جیسے کوہ کرم کا 37 فیصد حصہ گلیشیئر سے ڈھکا ہوا ہے- پاکستان پر جو گلیشیئرز ہیں ان میں سیاچن گلیشیر، باتورا گلیشیر، ہسپر گلیشیر، بیافو گلیشیر، بلٹورو گلیشیر، ینگوٹا گلیشیر، چیانترا گلیشیر، ترچ میر گلیشیر اور چوگو لوگما گلیشیر جیسے طویل گلیشیر شامل ہیں-[4]

مذہبی سیاحت:

"مذہبی سیاحت ایک بہت بڑی سیاحتی صنعت ہے- مذہبی سیاحت کی ویب سائٹس کے مطابق آج بھی کم از کم 300 ملین افراد دنیا بھر میں مذہبی سیاحت کے لیے اہم مذہبی مقامات پر جاتے ہیں- ہر سال 600 ملین اندرونی اور بیرونی ٹرپس کیے جاتے ہیں، جس سے دنیا بھر میں 18 ارب ڈالر آمدنی ہوتی ہے"-[5]

مساجد و مقابر:

دنیا بھر میں سندھ کو صوفیائے کرام کی دھرتی کے نام سے جانا جاتا ہے- سندھ کا دامن اس حوالے سے بہت وسیع ہے- بر صغیر پاک و ہند کی تاریخ دیکھیں تو یہ سر زمین اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کے سائے تلے رہی ہے- بالخصوص پاکستان کی سر زمین وادی مہران میں حضرت لعل شہباز قلندر، حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی، سچل سر مست، صوفی شاہ عنایت (رحمۃ اللہ علیہم)، پنجاب میں حضرت داتا گنج بخش حضرت علی ہجویریؒ، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ، حضرت بابا فرید گنج شکر، حضرت سلطان باھُوؒ، حضرت امام بری سرکار کے مقابر، کراچی میں ساحل سمندر پر واقع حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ، حضرت یوسف شاہ غازی موجود ہیں- پاکستان میں بہت سی ایسی تاریخی مساجد ہیں جو دنیائے اسلام میں اپنے منفرد آرکیٹکچر کی وجہ سے بہت معروف ہیں- جن میں بادشاہی مسجد، مسجد وزیر خان، مسجد مہابت خان، فیصل مسجد، شاہجہان مسجد ٹھٹھہ اور بھونگ مسجد شامل ہیں-

وادی مہران کی خوبی یہ بھی ہے کہ یہاں اسلام، سکھ، بدھ مت، ہندو مت اور جین مت کے متعدد تاریخی مقامات موجود ہیں- تھرپارکر میں ہندو اور جین مت کے ماننے والوں کے قدیم مندر اور مقامات موجود ہیں- سکھر میں سادھ بیلو کا مندر اس حوالے سے خاص اہمیت رکھتا ہے-

سکھوں کی مذہبی سیاحت:

ضلع نارووال میں واقع گردوارہ دربار صاحب کرتارپور سکھوں کے لیے انتہائی اہمیت رکھتا ہے، یہاں سکھوں کے پہلے گرونانک دیو جی نے اپنی زندگی کے آخری 18 سال قیام کیا- یہیں ان کی قبر اور سمادھی ہے- کرتارپور راہداری پاکستان کی

[3]https://www-bbc-com-cdn-ampproject-org/v/s/www-bbc-com/urdu/pakistan-49057417-amp?amp_gsa=1&amp_js_v=a9&usqp=mq331AQKKAFQArABIIACAw%3D%3D#amp_tf=From%20%251%24s&aoh=16583230800514&referrer=https%3A%2F%2Fwww-google-com

[4]https://www-bbc-com

[5]https://www-independenturdu-com/node/105751

مذہبی آزادی وہم آہنگی کے لیے غیر متزلزل عزم کا عملی مظہر پیش کرتی ہے۔ سکھوں کیلئے کرتارپور راہداری کے کھلنے سے جو مذہبی بھائی چارے اور سکھ برادری سے رواداری کا آغاز ہوا اور ساتھ ہی اس سے پاکستان میں مذہبی سیاحت کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اس کے علاوہ ان کے دیگر تاریخی مقامات جن میں پنجہ صاحب حسن ابدال، ڈیرہ صاحب لاہور اور جنم استھان ننکانہ صاحب شامل ہیں۔

بدھ مت تہذیب کے آثار:

پاکستان کی سرزمین خاص طور پر پنجاب اور خیبر پختونخوا کے علاقے اس اعتبار سے خاص اہمیت رکھتے ہیں کہ یہاں بدھ مت کی شاندار معبد گاہیں، یونیورسٹیاں اور اسٹوپے موجود ہیں۔ بدھ مت سے متعلق گندھارا آرٹ ایک عظیم تہذیب کا آئینہ دار بھی ہے۔ گوتم بدھ کی خاک 8 اسٹوپوں میں محفوظ کی گئی تھی جسے بعد میں اشوک اعظم نے اس وقت کی سلطنت کے تمام بڑے شہروں میں اسٹوپے تعمیر کروا کر ان میں یہ خاک محفوظ کروادی تھی۔ یہ خاک 84 ہزار اسٹوپوں میں رکھی گئی۔ ایسے کئی اسٹوپے سوات مینگورہ، ٹیکسلا، مردان، شہباز گھڑی، گلگت، اسکردو (حال ہی میں تقریباً تین کلو میٹر دور ہمالیہ پہاڑوں میں منتھل کے مقام پر نویں صدی میں کندہ کی گئی تصاویر چٹان پر دریافت ہوئی) جسے منتھل بدھا راک کہا جاتا ہے اس کے علاوہ معبد اور مجسمے ہنزہ اور ملک کے دیگر علاقوں میں موجود ہیں۔ مردان کا ضلع تخت بائی پہاڑ پر گندھارا آرٹ کی طرزِ تعمیر سے آراستہ پورا ایک شہر موجود ہے جو اب عالمی ثقافتی ورثے کا حصہ ہے۔ 1980ء سے ہری بہلول کے آثار یونیسکو کے عالمی ثقافتی ورثے میں شامل ہیں۔

جین مت، ہندومت:

بلوچستان میں ہنگول دریا کے کنارے واقع ہنگلاج مندر کو نانی مندر بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ پاک و ہند کے ہندو برادری کا مقدس ترین مقام ہے۔ ہر سال لاکھوں لوگ یہاں آتے ہیں۔ نانی مندر کے بعد نگر پارکر کا چوڑیو مندر متبرک سمجھا جاتا ہے۔ سیالکوٹ کا تاریخی شوالہ تیجا سنگھ مندر بھی ہندو مت کے لیے ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ کراچی میں واقع شری رام سوامی، 200 سال قدیم لکشمی نارائن مندر اور ڈیڑھ ہزار سال پرانا ہنومان مندر بھی اہم مندروں کی فہرست میں شامل ہیں۔ لاہور کا والمیکی مندر اور پشاور کا گورکھ ناتھ مندر بھی زائرین کا مرکز ہے۔ گوڑی مندر، ویراوا مندر اور چکوال میں کٹاس راس مندر بھی اہمیت کے حامل ہے۔[6]

ذرائع / وسائل:

دُنیا میں دو طرح کے وسائل پائے جاتے ہیں۔ اوّل انسانی وسائل ہیں۔ جس سے مراد یہ ہے کہ مختلف کاموں کو سرانجام دینے کیلئے انسانوں میں کس قدر قابلیت، صلاحیت اور اہلیت ہے۔ دوم قدرتی وسائل جو قدرت نے مہیا کئے ہیں۔ قدرتی وسائل پیداوار کا ذریعہ ہیں۔ قدرتی وسائل اور انسانی وسائل کے درمیان تقسیم کی لکیر واضح نہیں ہے۔

کسی بھی ملک کے معدنی ذخائر اس ملک کی اقتصادی اور معاشی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان ذخائر میں ملنے والی معدنیات میں قدرتی طور پر کیمیائی مرکبات پائے جاتے ہیں جن سے دھاتیں بنائی جاتی ہیں یا ان سے دوسرے کیمیائی مرکبات بنائے جاتے ہیں اور پاکستان الحمدللہ ان ذخائر سے مالا مال ہے۔

پاکستان دھاتی اور غیر دھاتی معدنیات کے وسیع ذخائر سے مالا مال ہے۔ مشہور دھاتوں، غیر دھاتی اشیاء اور معدنی ذخائر میں انٹی منی، کرومیم، تانبا، لیڈ، زنک، مینگانیز، لوہا، لیٹرائیٹ، بیرائیٹ، بنٹونائٹ، چائنا کلے، کوئلہ، گریفائیٹ، نمک، میگنیسائٹ، نیفلین سانائٹ، گندھک، جپسم، لائم اسٹون اور فائر کلے شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بھی پاکستان میں کئی معدنیات پائی جاتی ہیں مگر ان کا بھی صحیح طرح اندازہ نہیں لگایا جاسکا۔

آزاد کشمیر، خیبر پختون خواہ اور شمالی علاقہ جات معدنیات سے مالا مال ہیں جہاں ہیرے اور قیمتی پتھر اور دیگر معدنی

[6] www-dawn news-tv

وسائل وافر مقدار میں ملتے ہیں- قیمتی دھاتیں مثلاً سونا، چاندی اور مولبڈنم وغیرہ دوسری دھاتوں جیسے لوہا اور تانبا کے ساتھ ملتی ہیں- سونا بعض دریاؤں کی ریت اور پانی میں بھی پایا جاتا ہے- آبشاریں، ندی نالے اور دریا ان علاقوں کا جھومر ہیں-

ضلع چاغی نوکنڈی میں واقع ریکوڈک کا پر اینڈ گولڈ پراجیکٹ دنیا میں سونے اور چاندی کا دوسرا سب سے بڑا ذخیرہ ہے- ریکوڈک ضلع چاغی کے ایک چھوٹے سے قصبے کا نام ہے جو ریگستانی علاقہ ہے- یہ نوکنڈی کے شمالی مغرب میں ستر کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے- مقامی لہجے میں اس کا تلفظ "ریکے ڈک" ہے، جس کے معنی "ریت کے ٹیلے" کے ہیں، جس کی بگاڑ ریکوڈک ہے- یہاں 123 ملین ٹن تانبے اور 20-9 ملین اونس سونے کے ذخائر موجود ہیں- ایک اندازے کے مطابق یہاں گیارہ ملین پاؤنڈ کے تانبے کے ذخائر کی موجودگی بتائی جاتی ہے- ریکوڈک میں 58 فیصد تانبا اور 28 فیصد سونا ہے- دنیا میں قدرتی گیس کا دوسرا سب سے بڑا ذخیرہ پاکستان میں پایا جاتا ہے- بلوچستان کو قدرت نے بے پناہ قدرتی وسائل اور معدنیات سے نوازا ہے، ضلع کوہلو اور کوئٹہ کے قریب کوئلہ کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں- مسلم باغ، قلعہ سیف اللہ، لسبیلہ، خضدار، خاران اور چاغی میں کرومائیٹ کا وسیع ذخیرہ ہے- خضدار کے نزدیک بیرٹس کے دو ملین ٹن کے ذخائر موجود ہیں- ضلع چاغی، زردکان، سیاچنگ، جھولی، پتوک، مسکیچاھ، زہ، چلغیزی اور ریٹک میں ماربل کے ذخائر پائے جاتے ہیں، ماربل کی ایک اعلیٰ قسم اونیکس کے ذخائر بولان، لسبیلہ اور خضدار میں دریافت ہوئے ہیں- کوئٹہ، قلات، ہرنائی، سور رینج اور سپنتنگی کے علاقوں میں چونے کے ذخائر پائے جاتے ہیں- چاغی میں لوہے کے 30 ملین ٹن کے ذخائر موجود ہیں- اس کے علاوہ تانبا، سونے، سلور اور لیڈ کے ذخائر بھی پائے جاتے ہیں-[7]

سوئی گیس:

پاکستان برصغیر کا وہ واحد ملک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قدرتی گیس کی دولت سے مالا مال کیا ہے- 1950ء کے عشرے میں بلوچستان کے قبائلی علاقے میں سوئی کے مقام پر قدرتی گیس کے ذخائر دستیاب ہوئے- اس مناسبت سے یہ قدرتی گیس "سوئی گیس" کے نام سے مشہور ہوئی- ہماری سماجی اقتصادی صنعتی اور تجارتی زندگی میں نمایاں انقلاب کا سرچشمہ ثابت ہوئی- اب پاکستان کے بہت سے دوسرے علاقوں میں بھی قدرتی گیس کے نئے اور بڑے ذخائر دریافت ہو چکے ہیں-

نمک:

رقبے کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی اور پیداوار کے لحاظ سے دنیا کی دوسری بڑی نمک کی کانیں کھیوڑہ کے نام سے پاکستان میں پائی جاتی ہیں- یہاں روزانہ کی پیداوار ساڑھے 3 لاکھ ٹن سے زائد ہے- یہاں کے ذخائر کا اندازہ 82 ملین ٹن سے 600 ملین ٹن تک لگایا گیا ہے- یعنی اگر روزانہ اسی مقدار میں مسلسل نمک نکالا جاتا رہا تب بھی ساڑھے تین سو سال تک یہ سلسلہ ختم نہیں ہو گا-

کالا سونا: کوئلہ:

معدنی وسائل جن میں کالا سونا یا کوئلہ کو بہت اہمیت حاصل ہے- کوئلہ کے دنیا میں تیسرے نمبر پر وسیع ذخائر رکھنے والا ملک پاکستان ہے- جس کے پاس 185050 ملین ٹن کوئلے کے ذخائر ہیں، جو دنیا کا 19-3 فیصد ہیں- ماہرین کے مطابق سندھ کے ریگستان میں کوئلے کے بڑے وسیع ذخائر موجود ہیں- صحرائے تھر کو دنیا کا نواں بڑا صحرا ہونے کا شرف حاصل ہے- 175 بلین ٹن کوئلے کے ذخائر ہیں جن

[7]Online-digestroohani

سے آئندہ 500 برسوں تک سالانہ 50 ہزار میگاواٹ بجلی یا 10 کروڑ بیرل ڈیزل یالاکھوں ٹن کھاد بنائی جاسکتی ہے-[8]

دُنیا کا سب سے بڑا ڈیم:

تربیلا ڈیم دنیا کے سب سے بڑا ڈیموں میں ہے یہ دریائے سندھ پر واقع ہے اور اس کی چوڑائی 465 فٹ ہے اور یہ تقریباً 250 مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے-اس کی تعمیر میں تقریباً 2 بلین ڈالر کی لاگت آئی تھی-اس ڈیم میں تقریباً 13-6 کلومیٹر پانی ذخیرہ کیا جا سکتا ہے اور اس ڈیم کی تعمیر 1947 میں مکمل ہوئی تھی-[9]

دُنیا کی سب سے بڑی بندرگاہ:

دُنیا میں ایسے ممالک بھی ہیں جنہیں سمندر میسر نہیں جب کہ پاکستان آبی وسائل سے بھی مالا مال ہے اور ایک وسیع ساحل سمندر رکھتا ہے-پاکستان میں کئی بندرگاہیں ہیں اور دنیا کی سب سے بڑی گہرے پانی کی بندرگاہ بھی موجود ہے- گوادر پورٹ تقریبا 627 ایکڑ پر پھیلی ہوئی ہے-اسے تقریبا 7-5 ارب روپے میں عمان سے خریدا گیا تھا- یہاں 4264 جہازوں کے ذریعے 196 ممالک سے تجارت ہو سکتی ہے- گوادر پورٹ کو ہی سی پیک سے جوڑا گیا ہے-

پاکستان چین اور وسط ایشیائی ریاستوں کے لئے تجارت کا گیٹ وے ہے- پاکستان کے سمندر کا بیشتر حصہ یعنی 1200 کلومیٹر طویل ساحل، صوبہ بلوچستان سے منسلک ہے-1970ء کے عشرے میں بلوچستان کی مچھلی کی سالانہ پیداوار 40 ہزار ٹن تھی - اب ایک تخمینے کے مطابق ہماری مچھلی اور جھینگے کی پیداوار ایک لاکھ دو ہزار ٹن سے بھی زیادہ ہوچکی ہے- ہمارے ہاں پائی جانے والی مچھلی اور اعلیٰ درجے کے جھینگے دنیا بھر میں مشہور ہیں-[10]

انسانی ذرائع / افرادی قوت:

ہماری قوم کے لوگ زندگی کے کسی بھی شعبہ میں یا دنیا کے کسی بھی خطہ میں چلے جائیں اپنے لئے ایک نمایاں مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں- یہ خصوصیت دنیا کی کم ہی اقوام میں پائی جاتی ہے- ان میں وسائل سے مالا مال ترقی یافتہ ممالک بھی شامل ہیں اور کم وسائل رکھنے والے ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک بھی- دنیا میں کسی ترقی پذیر اور کم وسائل رکھنے والی قوم نے کھیل کے میدان میں ایسی کامیابیاں حاصل نہیں کی جیسی پاکستانی کھلاڑیوں نے کی ہیں - پاکستان نے ہاکی کھیلی تو اولمپک چیمپئن، ورلڈ چیمپئن، ایشیائی چیمپئن کے اعزازات حاصل کیے- کرکٹ کھیلی تو ورلڈ کپ جیتا اور دیگر کئی مقابلے جیتے- اسکوائش کھیلا تو کامیابیوں کے جھنڈے گاڑے- اسنوکر کھیلا تو عالمی چیمپئن قرار پایا- اسی طرح نیزہ بازی، گھڑ سواری اور جیپ ریلیوں میں اپنے نام کا سکہ اور ملک پاکستان کا نام روشن کیا- غرض کوئی بھی کھیل ہو پاکستانی قوم اپنے جوش اور ہمت سے اپنی صلاحیت کو منوالیتی ہے-

امن کے لئے کوشاں:

پاکستان کے لئے یہ اعزاز کی بات ہے کہ علمی میدان میں عصر حاضر میں جہاں پاکستان کو دہشتگردی کے نام پر بدنام کیا جا رہا ہے وہیں دوسری جانب ہمارے بہت سے مصلح اور نوجوان دانشور جن میں صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب جو کہ تھنک ٹینک مسلم انسٹیٹیوٹ کے چیئر مین اور دیوان آف جوناگڑھ اسٹیٹ بھی ہیں، کا نمایاں کردار ہے جو اپنی علمی کاوشوں ، سیمینارز، تقاریر کے ذریعے نوجوانان پاکستان کو امن کی طرف راغب کرنے میں پر عزم ہیں اور

MUSLIM Institute

[8]-https://www-worldbank-org/en/news/feature/2020/11/09/a-renewable-energy-future-for-pakistans-power-system

https://fukatsoft-com/b/%DA%A9%DA%86%DA%BE-%D8%A7%DB%8C%D8%B3%DB%8C-%DA%86%DB%8C%D8%B2%DB%8C%DA%BA-%D8%AC%D9%86-%D9%85%DB%8C%DA%BA-%D9%BE%D8%A7%DA%A9%D8%B3%D8%AA%D8%A7%D9%86-%D8%AF%D9%86%DB%8C%D8%A7-%D8%B3%DB%92-%D8%A8%DB%81/[9]

[10]Roohanidigest-online

مسلم اُمہ کو امن کا پیغام دینے کے لئے کوشاں ہیں - آپ کو 2020ء میں انٹر نیشنل تھنک ٹینک انسٹی ٹیوٹ آف پیس اینڈ ڈیویلپمنٹ (INSPAD) کی طرف سے دنیا کی اُن دس شخصیات میں شامل کیا گیا ہے جو عالمی سطح پہ امن و استحکامِ عالم کے لیے اپنی شبانہ روز محنت کر رہے ہیں-[11]

خدمتِ خلق: دُنیا کا سب سے بڑا ایمبولنس سسٹم:

عبد الستار ایدھی جیسی مخلص اور باہمت شخصیت عالمی سطح پر عزت اور احترام کی حامل ہے- دنیا بھر میں ان جیسی کوئی دوسری شخصیت موجود نہیں ہے- آپ کی کوششوں سے دنیا بھر کا سب سے بڑا پرائیوٹ ایمبولینس سسٹم پاکستان میں موجود ہے ایدھی کے پاکستان میں 300 شہروں میں مراکز ہیں جن میں 1800 سے زائد ایمبولینس ہیں جبکہ ائیر ایمبولینس اور ایمبولینس ہیلی کاپٹر ز بھی موجود ہیں- یہ ایمبولینس 24 گھنٹے سروس دیتی ہے جبکہ ایدھی ایمبولینس کو روزانہ 6 ہزار کالز موصول ہوتی ہیں-

دُنیا کا سب سے بڑا نہری نظام

کسی ملک کی ترقی کیلئے زرعی پیداوار، صنعتی پیداوار، معدنی دولت اور افرادی قوت کی ضرورت ہوتی ہے- پاکستان کے محنت کش کسان جن کی محنت سے زراعت کو فروغ حاصل ہے- دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام بھی پاکستان میں ہے - پاکستان کے رقبے کے تقریباً 25 فیصد حصے پر کاشت کی جاتی ہے اور یہاں دنیا کے سب سے بڑے نہری نظام سے پانی کی ترسیل کی جاتی ہے- رقبہ کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک روس ہے اور پاکستان میں روس کے قابل کاشت علاقے سے 3 گنا زیادہ رقبہ پر کاشت کی جاتی ہے-

ذہانت:

انسٹیٹیوٹ آف یورپین نے 135 ممالک میں ایک پول آرگنائز کیا اور اس میں پاکستان کو چوتھے نمبر پر ذہین ترین قوم قرار دیا گیا- جس کی مثال عارفہ کریم اور بابر کمال جیسی شخصیت کے علاوہ دنیا کا سب سے کم عمر میں بننے والے جج محمد الیاس ہیں جبکہ ساتویں نمبر پر دنیا میں سب سے زیادہ ڈاکٹرز اور انجینئرز کا تعلق پاکستان سے ہے-

زیدان حامد جن کو لٹل پروفیسر کے نام سے بھی جانا جاتا ہے -7 سال کی عمر میں 500 سے زائد کتب کا مطالعہ کرنے اور پیریاڈک ٹیبل کو کم وقت میں ترتیب دے کر 9 سال کی عمر میں گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ حاصل کیا-زیدان حامد جیسے کئی ذہین بچے پاکستان کا مستقبل ہیں-[12]

چونکہ ہمارا ملک ترقی پذیر ملک ہے اس کے باوجود پاکستانی قوم نے ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی، ڈاکٹر عطاء الرحمن اور ان جیسے کئی دوسرے بین الاقوامی سطح پر معروف و محترم سائنس دان دنیا کو دیئے - پاکستان میں دنیا کی محنتی اور سستی لیبر فورس موجود ہے جو دنیا کے ہر علاقے میں سخت سے سخت کام کر سکتی ہے- یہ دنیا کا تیسرا ملک ہے جس کے لاکھوں شہری دنیا بھر کے ممالک میں موجود ہیں اور اپنی ہنر مندی و ذہانت سے انہیں مستفید کر رہے ہیں- دنیا کے تمام بڑے اداروں میں اعلیٰ positions میں پاکستانی اساتذہ اور سائنس دان کام کر رہے ہیں- مختلف ممالک اسکالرشپس اور جابز آفر کرتے ہیں اور ترقی پذیر ہونے کے باعث ہماری یوتھ اپنی صلاحیتیں دوسرے ممالک میں پیش کرنے پر مجبور ہیں-

محمود شام اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ تاریخ سوال کرتی ہے کہ کیا ریاست پاکستان ناکام ہوئی ہے- نہیں کیونکہ اس ریاست کے شہری جب دوسرے ملکوں میں جاتے ہیں تو انہیں سنوار دیتے ہیں- دوبئی، بحرین، سعودی عرب، برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، ناروے سب اس کی گواہی دے رہے ہیں- یہ اپنے وطن کو بھی سنوار سکتے ہیں اگر انہیں فیصلہ سازی میں شریک کیا جائے-[13]

☆☆☆

[11]https://t-co/HTiGxV2aWz
[12]https://www-google-com/amp/s/celebritynews-pk/zidane-hamid/amp
[13]https://jang-com-pk/news/1110618

پاکستان میں فن اور فنِ تعمیر (آرکیٹیکچر) کا ارتقاء اور فروغ کی ضرورت

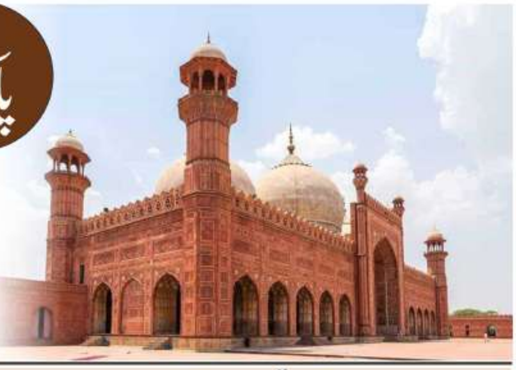

آرکیٹیکٹ حسن رضا

آرٹ اور فنِ تعمیر کی تعریف:

آرٹ (فن) کی باقاعدہ کوئی تعریف تو نہیں ہے کیونکہ اس عنوان پر ہونے والی تشریح پوری تاریخ اور ثقافتوں میں بہت مختلف رہی ہے-[1] فنون کے ماہرین نے اپنی انفرادی سوچ اور تجربے کے مطابق اس کی تعریف کی ہے جیسا کہ پیبلو پیکاسو کے نزدیک:

"فن وہ جھوٹ ہے جو ہمیں سچ کا ادراک کرنے کے قابل بناتا ہے"-

اسی طرح آسکر وائلڈ کے مطابق:

"فن انفرادیت کا سب سے شدید انداز ہے جسے دنیا جان چکی ہے"-

فرانسیسی آرٹسٹ اور پینٹر پال سیزن کے قریب:

"فن فطرت کے ساتھ ایک ہم آہنگی ہے"-

آرٹ (فن) کو آسان الفاظ میں بیان کیا جائے تو:

"آرٹ ایک وسیع اور کثیر جہتی شعبہ ہے جس میں انسانی تخلیقی اظہار کی مختلف شکلیں شامل ہیں- اس کی تعریف جمالیاتی، تصوراتی، یا جذباتی کاموں کو پیدا کرنے کے لیے مہارت اور تخیل کے استعمال کے طور پر کی جا سکتی ہے جنہیں ان کی خوبصورتی یا علامتی معنی کے لیے سراہا جاتا ہے- آرٹ مواصلات کے ایک ذریعہ کے طور پر کام کرتا ہے، افراد کو مختلف ذرائع سے اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار کرنے کی اجازت دیتا ہے"-

فنون کی دنیا میں مصوری، مجسمہ سازی اور فن تعمیر بصری فن (visual art) کا حصہ ہیں-[2] فنِ تعمیر کی بات کی جائے تو یہ ایک ایسا فن ہے جس میں معاشرے کی ضروریات کے پیشِ نظر علاقے، ثقافت اور تہذیب و تمدن کے مطابق عمارتوں اور جگہوں کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈیزائن اور تعمیر کیا جاتا ہے- ٹیکنالوجی عام ہونے سے پہلے یہ کام ہاتھ سے (manual) کیا جاتا تھا لیکن آج کل یہ انڈسٹری بن چکا ہے جس کی بدولت نت نئے سافٹ ویئرز کی مدد سے جدید ترین منصوبوں کو کام شروع کرنے سے پہلے ہی سکرین پر پیش کر دیا جاتا ہے تاکہ بعد میں آنے والے درپیش معاملات کو پہلے ہی مشاورت سے حل کر لیا جائے-

معاشرے میں فنِ تعمیر کی اہمیت:

فنِ تعمیر کو معاشرے میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے جو ہماری زندگیوں اور برادریوں کو تشکیل دینے والے مختلف پہلوؤں میں اپنا کردار ادا کرتا ہے- سب سے پہلے، یہ ثقافتی اظہار اور شناخت کے لیے ایک طاقتور ہتھیار کے طور پر کام کرتا ہے- فنِ تعمیر کا انداز، مٹیریل اور ڈیزائن مقامی روایات اور تاریخ میں گہرائی سے جڑے ہو سکتے ہیں، جو کسی خاص ثقافت کی اقدار، عقائد اور جمالیات کی عکاسی کرتی ہیں- فنِ تعمیر کے ورثے کے تحفظ اور فروغ سے معاشرے اپنی منفرد شناخت میں تسلسل اور فخر کا احساس برقرار رکھ سکتے ہیں-

مزید یہ کہ فنِ تعمیر سماجی مسائل اور تاریخی بیانیوں کی عکاسی کے طور پر کام کرتا ہے- یہ معاشرے کی کامیابیوں، جدوجہدوں اور سنگ میلوں کی ٹھوس یاد دہانی کے طور پر کام

[1]Davies, S. (1991). *Definition of Art.* New York City: Cornell University Press.
[2]Vasari, G. (2007). *The Lives of the Most Excellent Painters, Sculptors, and Architects.* Random House Publishing Group.

کرتے ہوئے ایک وقتی دور کی روح پر قبضہ کر سکتا ہے- فنِ تعمیر میں یادگاریں (monuments) اکثر اہم واقعات، سیاسی تحریکوں، یا سماجی تبدیلیوں سے وابستہ طاقتور علامت بن جاتی ہیں- وہ بات چیت کو تیز کرنے، بیداری بڑھانے اور اجتماعی یادداشت کو فروغ دینے کی صلاحیت رکھتی ہیں-

اس کے علاوہ، فنِ تعمیر اقتصادی ترقی اور سیاحت میں اہم کردار ادا کرتا ہے- بہترین نقشہ اور نظر آنے والے دلکش ڈھانچے سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، مقامی معیشتوں کو فروغ دیتے ہیں اور روزگار کے مواقع پیدا کرتے ہیں- فنِ تعمیر کے عجائبات، جیسے کہ مشہور تاریخی مقامات یا ورثے کے مقامات، دنیا بھر سے سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، آمدنی پیدا کرتے ہیں اور مہمان نوازی اور نقل و حمل جیسی متعلقہ صنعتوں کو سپورٹ کرتے ہیں- اقتصادی فوائد سیاحت سے آگے بڑھتے ہیں، کیونکہ متحرک ترقی کرتا ہوا ماحول کاروبار کو راغب کرتا ہے، سرمایہ کاری کو تحریک دیتا ہے-

مزید برآں، فنِ تعمیر معیار زندگی میں اضافے میں مدد فراہم کرتا ہے- سوچ سمجھ کر بنائی گئی عمارتیں اور عوامی جگہیں وہاں آنے والے افراد اور لوگوں کے معیار زندگی کو بہتر کرتی ہیں- کارآمد قابلِ استعمال (فنکشنل) اور اچھی طرح سے منصوبہ بند فنِ تعمیر موثر اور آرام دہ مقامات تخلیق کرتا ہے، پیداواری صلاحیت، صحت اور بہبود کو فروغ دیتا ہے- قابل رسائی (accessible) ڈیزائن کے اصول افراد کی متنوع ضروریات کو پورا کرتے ہیں، سب کے لیے شمولیت اور یکساں مواقع کو یقینی بناتے ہیں-

پاکستان میں فنِ تعمیر کے تاریخی ادوار:

وادی سندھ کی تہذیب کے بعد سے پاکستان کے فنِ تعمیر کی تاریخ بہت سے ادوار پر محیط ہے جس نے خطے کے فنِ تعمیر کے پس منظر کو تشکیل دیا ہے، جیسا کہ:

وادی سندھ کی تہذیب(3300BCE-1300BCE)

وادی سندھ کی تہذیب کی بات کریں تو اسکو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جیسا کہ:

1.قدیم سندھی تہذیب کا ابتدائی دور
(Early Era of Indus Valley Civilization)

اس دور کو ابتدائی ہڑپہ کا دور بھی کہا جاتا ہے جس سے مراد قدیم ہندوستان میں ایک تاریخی دور ہے، خاص طور پر وادی سندھ کے علاقے میں، جو2600 سے3300 قبل از مسیح تک موجود تھا- اس دوران قدیم سندھ کی تہذیب آہستہ آہستہ شکل اختیار کرنے لگی تھی- اس دور میں فن تعمیر کے حوالے سے ترقی کی صورتحال بہت سادہ تھی جس میں کچی اینٹوں سے ابتدائی طور پر گھروں کی تعمیر کی جاتی تھی- اس دور میں گھروں کی چھتیں سیدھی (flat roof) ہوتی تھیں اور گھروں کی باقاعدہ چار دیواریاں تعمیر کی جاتی تھیں- پانی کو ذخیرہ کرنے کے لئے کنویں تعمیر کئے گئے اور گلیوں کی پلاننگ کرنے کا آغاز ہوا- تاریخی حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں ہی عبادت کے لئے کچی اینٹوں سے ہی کچھ مقامات تعمیر کئے گئے-[3]

2.قدیم سندھی تہذیب کا پختہ دور
(Mature Era of Indus valley Civilization)

یہ دور سندھی تہذیب کی جدید شہری منصوبہ بندی (Advance Urban Planning) کی عکاسی کرتا ہے جو کہ 1900 سے 2600 قبل از مسیح تک موجود تھا- اس دور میں مہنجوداڑو اور ہڑپہ کے شہر آباد ہوئے اور ان کی گلیوں کو ایک منظم گرڈ پیٹرن (Grid Pattern) کی صورت میں بنایا گیا جو کہ کسی بھی شہر کی اعلیٰ اور جدید منصوبہ بندی کو ظاہر کرتا ہے- اس دور کی فنِ تعمیر میں نمایاں طور پر آگ پر پکائی جانے والی اینٹوں کو استعمال کیا گیا اور اسی دور میں کثیر المنزلہ عمارتیں، قلعے اور غلہ خانے، اسمبلی ہال اور نجی رہائش گاہیں بھی تعمیر کی گئیں جو کہ فنِ تعمیر اور انجینئرنگ کے حوالے سے

[3]Kenoyer, J. M. (1997). Trade and technology of the Indus Valley: New insights from Harappa, Pakistan. *World Archaeology*, 262-280.

اعلیٰ درجے کی نشاندہی کرتی ہیں- نکاسیِ آب کے لئے عمدہ اور بہترین نظام قائم کیا گیا، پانی کی نالیوں کو باقاعدہ ڈھکا جاتا تھا اور صفائی کا خاص انتظام موجود تھا- اس دور کا تعمیراتی عجوبہ ایک الگ اور بڑی جگہ نہانے کی تھی جسے گریٹ باتھ (great bath) کہا جاتا ہے جو کہ کھنڈرات کی صورت میں آج بھی مہنجو داڑو میں موجود ہے-[4]

3. قدیم سندھی تہذیب کا آخری دور
(Late Harappan Era of Indus valley Civilization)

اس دور کو پوسٹ انڈس پیریڈ (Post Indus Period) اور پوسٹ اربن (Post Urban) بھی کہا جاتا ہے- یہ دور سندھی تہذیب کے پختہ دور کے بعد آتا ہے اور اندازہ لگایا جاتا ہے کہ یہ تقریباً 1300 سے 1900 قبل از مسیح تک رہا ہے- اس دور میں وادی سندھ کی تہذیب کے بڑے شہری مراکز کو زوال یا ترک کرنے کا سامنا کرنا پڑا، جس کے نتیجے میں آبادکاری کے انداز میں تبدیلی آئی- چھوٹی چھوٹی زیادہ تعداد میں مقامی آبادیاں ابھریں اور اینٹوں کے استعمال کے معیار میں کمی کے ساتھ تعمیراتی طریقوں میں بھی ایک تبدیلی آئی- ان چھوٹی چھوٹی بستیوں نے دفاعی قلعہ بندی تیار کی، جو ممکنہ طور پر بیرونی خطرات یا مقامی تنازعات کے بڑھتے ہوئے خطرے کی نشاندہی کرتی ہے- تعمیرات میں لکڑی اور مٹی جیسے خراب ہونے والے مواد کا استعمال زیادہ عام ہو گیا تھا- شہری مراکز کے زوال کے باوجود، مٹی کے برتن بنانے جیسی دستکاری جاری رہی اور مختلف خطوں میں تجارتی اور ثقافتی تعامل برقرار رہا- اس دور میں وادی سندھ کی تہذیب کے زوال کی وجوہات غیر یقینی ہیں، لیکن اس کی میراث نے برصغیر پاک و ہند میں بعد کی ثقافتوں کو متاثر کرنا جاری رکھا-[5]

بدھ مت اور ہندو دور
(تیسری صدی قبل از مسیح-8ویں صدی عیسوی):

عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ گندھارا کا فن تعمیر صحیح معنوں میں پہلی صدی عیسوی میں پروان چڑھنا شروع ہوا اور کنشکا کے دور میں اپنے عروج پر پہنچا اور اسی دور میں فن تعمیر کو شاہی سرپرستی میں دیا گیا- موجودہ پاکستان کے خطے میں بدھ مت اور ہندو دور نے فنِ تعمیر کے کاموں کی شاندار ترقی کا مظاہرہ کیا- اس دور میں ٹیکسلا، تخت بائی اور موہڑہ موراڈو جیسے مشہور مقامات پروان چڑھے، جو متنوع اثرات کے امتزاج کو ظاہر کرتی ہیں- آثارِ قدیمہ کی باقیات میں بدھ مت کے سٹوپا، اور معبدوں کے ساتھ ساتھ ہندو مندروں کے احاطے بھی شامل ہیں- یہ اسٹرکچر پتھر کے پیچیدہ نقش و نگار، آرائشی فنون اور دیوتاؤں کی عکاسی کرنے والے وسیع مجسمے کی نمائش کرتے ہیں- پاکستان میں اس دور کی فن تعمیر کی میراث اس مذہبی اور ثقافتی تنوع کا ثبوت ہے جو کبھی اس خطے میں پروان چڑھا تھا-[6]

ابتدائی اسلامی دور (آٹھویں صدی عیسوی کے بعد سے مغلیہ دورِ حکومت):

برصغیر کے اس دور کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تا کہ مسلمانوں کی عظیم میراث کو بہتر انداز سے سامنے لایا جا سکے-

1- ابتدائی دور (700-1200 صدی عیسوی)

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے ابتدائی دور سے مراد وہ دور ہے جب اسلام پہلی بار اس خطے میں پہنچا اور پھیلا- یہ 7ویں صدی عیسوی میں عرب فتوحات کے ساتھ شروع ہوا اور بعد کی صدیوں تک جاری رہا-

برصغیر میں مسلمانوں کی ابتدائی موجودگی کا پتہ ان عرب تاجروں سے لگایا جا سکتا ہے جنہوں نے مغربی ہندوستان کے ساحلی علاقوں اور سندھ کے

[4]Possehl, G. L. (2002). *The Indus Civilization: A Contemporary Perspective.* AltaMira Press.
[5]Robinson, A. (2015). *The Indus: Lost Civilizations.* Reaktion Books.
[6]"Swat", Pakistan Archaeology
Khan, F. (1969). *Architecture and art treasures in Pakistan: Prehistoric, protohistoric, Buddhist, and Hindu periods.* Karachi: Elite Publisher.

علاقے سے تجارتی روابط قائم کیے جو اب پاکستان کا حصہ ہے۔ یہ ابتدائی مسلمان آباد کار بنیادی طور پر تجارت کے پیشے سے وابستہ تھے۔ برصغیر پاک وہند میں 712ء سے 1200ء تک کا اسلامی دور اہم سیاسی اور ثقافتی تبدیلی کا دور تھا۔ اس کا آغاز 712 عیسوی میں مسلمان نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم کی سندھ کی فتح سے ہوا، جس نے اس خطے میں اسلام کی آمد کو نشان زد کیا۔ مسلم حکمران اور خاندان، جیسے غزنویوں اور غوریوں نے برصغیر کے مختلف حصوں میں ابھر کر اپنی حکومتیں قائم کیں۔ ان حکمرانوں نے اسلامی طرز حکمرانی کا نظام متعارف کرایا اور اسلامی روایات اور رسم ورواج کو فروغ دیا۔ انہوں نے فن، ادب اور فن تعمیر کی بھی سرپرستی کی جس کے نتیجے میں ایک الگ ہند اسلامی ثقافت کا ظہور ہوا۔

بھنبھور: اس دور کی تعمیرات میں سے ایک بھنبھور شہر کا قدیم قلعہ بھی ہے جس کی کھدائی 1958ء میں ماہرین آثار قدیمہ نے کی۔ انہوں نے یہ دعوی بھی کیا کہ یہی شہر دیبل کی بندرگاہ کے طور پر قائم تھا جب 712ء میں مسلمان افواج یہاں آئیں تھیں۔ کھدائی کے دوران معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے زیر اثر علاقے انتہائی اچھی پلاننگ کے ساتھ بنائے گئے تھے۔ رہائشی سیکٹرز کو بلاکس کی صورت میں گلیوں کے مدد سے الگ الگ تعمیر کیا گیا تھا۔ امراء کے گھر نیم تراشے پتھروں اور پکی اینٹوں سے بنائے جاتے تھے اور عام گھروں کی تعمیر مٹی اور گارے سے کی جاتی تھی۔ اس کھدائی کے دوران گھروں کی تعمیر میں لکڑی کے استعمال ہونے کا بھی پتا چلتا ہے اور ساتھ ساتھ عربی رسم الخط "کوفی" میں تحریر شدہ لکڑی کے ٹکڑے بھی ملے تھے جن سے اسلامی دور حکومت ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اموی خلیفہ نے یہاں قلعہ کی دیواریں، شہر کا مرکزی دروازہ، ایک بہت بڑی جامع مسجد اور انتظامیہ کیلئے عمارتیں بھی تعمیر کروائیں۔[7]

منصورہ: منصورہ موجودہ سندھ، پاکستان میں واقع ایک تاریخی شہر تھا جو ابتدائی اسلامی دور میں قائم ہوا تھا۔ اس نے خطے میں اسلامی حکمرانی، تجارت اور ثقافت کے ایک نمایاں مرکز کے طور پر کام کیا۔ یہاں کی عمارتیں مٹی، لکڑی اور اینٹوں سے بنی تھیں لیکن جامع مسجد کی تعمیر پتھر، اینٹوں اور سنگ مرمر سے کی گئی تھی۔ ایسا لگتا ہے کہ رہائشی عمارتیں بڑی اور کشادہ تھیں، پکی ہوئی اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں، محراب والی راہداریوں کو تعمیر کیا جاتا تھا اور دیواروں کو چونے سے پلستر کیا جاتا تھا تاکہ موسمی صورتحال کے مطابق عمارت ٹھیک رہے۔ سیوریج کے نظام کو صاف اور بہتر رکھنے کے لئے نالیوں اور ساک پٹس (ایک زیر زمین اینٹوں سے بنا ہوا ڈھانچہ ہوتا ہے جو گندے پانی یا اضافی پانی کو، عام طور پر طوفانی پانی کو زمین میں منتقل کرنے میں مدد کرتا ہے) تعمیر کی گئی تھیں۔[8]

آج، برصغیر میں ابتدائی مسلم فن تعمیر کی نمائندگی صرف چند کھنڈرات اور خستہ حال مقبروں سے ہوتی ہے جو کہ اندرون سندھ اور گردونواح کے علاقوں میں موجود ہیں۔

2-دہلی سلطنت کا دور (1206-1525 صدی عیسوی)

برصغیر پاک وہند دہلی سلطنت کا یہ دور 1206ء سے 1525ء تک پھیلا ہوا تھا۔ مختلف مسلم خاندانوں کی حکمرانی کو نشان زد کیا۔ اس کا آغاز دہلی میں قطب الدین ایبک کے ذریعہ دہلی سلطنت کے قیام سے ہوا۔ دہلی سلطنت میں مختلف خاندانوں کے عروج وزوال کا مشاہدہ کیا گیا جن میں خاندان غلاماں، خلجی خاندان، تغلق خاندان، لودھی اور سید خاندان شامل ہیں۔ یہ دور اہم سیاسی، ثقافتی اور تعمیراتی ترقیوں کی طرف سے نشان زد کیا گیا تھا۔ مسلم حکمرانوں نے اسلامی نظام حکومت متعارف کرایا، انتظامی ڈھانچہ قائم کیا اور فن، ادب اور فن تعمیر کی سرپرستی کی۔

مغلیہ دور سے پہلے برصغیر پاک وہند میں دہلی سلطنت میں کئی تعمیراتی عجائبات کی تعمیر کا مشاہدہ کیا گیا ہے جو اسلامی اور مقامی طرز تعمیر کے امتزاج کی عکاسی کرتے تھے۔ اس دور کی کچھ قابل ذکر تعمیراتی یادگاروں میں چند عمارتوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

[7]Pathan, M. H. (1974). *Arab Kingdom of Al-Mansurah in Sind.* Institute of Sindhology, University of Sind.
Pakistan, G. o. (1968). *Pakistan Archaeology.* Karachi.
[8]Pathan, M. H. (1974). *Arab Kingdom of Al-Mansurah in Sind.* Institute of Sindhology, University of Sind.

❖ **قطب مینار، دہلی:** دہلی سلطنت کے دور میں تعمیر کیا گیا، قطب مینار پیچیدہ نقش و نگار کے ساتھ ایک بلند و بالا ڈھانچہ ہے- یہ دنیا کا سب سے اونچا اینٹوں کا مینار ہے اور یہ یونیسکو کے عالمی ثقافتی ورثے میں بھی شامل ہے-

❖ **قوت الاسلام مسجد، دہلی:** قطب مینار کمپلیکس کے اندر واقع یہ مسجد ہندی اسلامی فن تعمیر کی ابتدائی مثالوں میں سے ایک ہے- اس میں پیچیدہ نقش و نگار، آرائشی ستون تعمیر کیے گئے ہیں جس میں یہاں کے مقامی اور اسلامی فن تعمیر کی بھرپور جھلک نظر آتی ہے-

❖ **علائی دروازہ، دہلی:** علاؤالدین خلجی کے دور میں تعمیر کیا گیا، یہ زبردست گیٹ وے اسلامی فن تعمیر کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے- اس میں پیچیدہ ہندسی نمونوں، خطاطی کے نوشتہ جات اور آرائشی شکلیں شامل ہیں-

❖ **تغلق آباد قلعہ، دہلی:** یہ قلعہ تغلق خاندان کے ذریعہ تعمیر کیا گیا، یہ وسیع قلعہ کمپلیکس اونچی دیواروں، راہداریوں کے ساتھ مضبوط دفاعی فن تعمیر کی نمائش کرتا ہے- یہ دہلی سلطنت کی تعمیراتی صلاحیت کی عکاسی کرتا ہے-

❖ **لودھی گارڈنز، دہلی:** یہ باغات 90 ایکڑ پر پھیلے ہوئے ہیں اور اصل میں سید اور لودھی خاندان کے دور حکومت کے دوران قائم کیا گیا، ان باغات میں کئی مقبرے ہیں، جن میں سکندر لودھی کا مقبرہ بھی شامل ہے- یہ مقبرے اسلامی اور ہند مقامی تعمیراتی طرز کے امتزاج کی نمائش کرتے ہیں-

❖ دہلی سلطنت کی یہ تعمیرات اسلامی، فارسی اور مقامی تعمیراتی عناصر کے منفرد امتزاج کو ظاہر کرتے ہیں- انہوں نے بعد میں مغل فن تعمیر کے لیے راہ ہموار کی، جس نے مزید ترقی کی اور برصغیر پاک و ہند کے تعمیراتی منظر نامے پر نہ مٹنے والے نقوش چھوڑے-

3-مغلیہ دور(1526-1857صدی عیسوی)

مغلیہ دورِ حکومت1526ء سے 1857ء تک پھیلا ہوا یہ دور حکومت برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا ایک اہم دور تھا- اس نے مغل خاندان کے دور کو نشان زد کیا جو اپنی ثقافتی، سیاسی اور تعمیراتی کامیابیوں کے لیے جانا جاتا تھا- وسطی ایشیائی اور ترکی نسل کے مغلیہ بادشاہوں نے مختلف اثرات کو اکٹھا کیا اور اسلامی، ترکی اور ہندوستانی ثقافتوں کا ایک انوکھا امتزاج بنایا- اس دور نے فن، ادب اور فن تعمیر میں نمایاں ترقی دیکھی- مغلیہ فن تعمیر کا دور بہت وسیع ہے جس میں مختلف بادشاہوں نے حکومت کی اور اپنے ذوق اور پسند کے مطابق عمارتیں تعمیر کروائیں- جیسا کہ:

❖ ظہیر الدین بابر کے دور (1526ء- 1530ء) میں بابری مسجد کو ایودھیا، اتر پردیش میں تعمیر کیا گیا تھا- یہ ابتدائی مغلیہ فن تعمیر کا ایک قابل ذکر نمونہ ہے- اس کے بعد کابلی باغ مسجد جو 1527ء میں شہنشاہ بابر نے پانی پت کے مقام پر تعمیر کروائی تھی- یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ بابر کے دور میں تعمیراتی حوالے سے نسبتاً محدود کام ہوا تھا، کیونکہ بابر کی توجہ بنیادی طور پر برصغیر پاک و ہند میں اپنی حکمرانی کو مستحکم کرنے اور اپنے خاندان کو قائم کرنے پر مرکوز تھی-

❖ اکبر (1556ء-1605ء) کے دور میں کئی شاندار تعمیراتی ڈھانچے تعمیر کیے گئے- اکبر کے دور سے وابستہ چند قابل ذکر عمارتوں میں فتح پور سکری (جو کہ کچھ عرصہ کیلئے مغلیہ سلطنت کا دار الحکومت بھی رہا) جس میں بلند دروازہ، جامع مسجد، پنچ محل، دیوانِ خاص، دیوانِ عام تعمیر کئے گئے- اس کے علاوہ آگرہ کا قلعہ، شیخ سلیم چشتی کا مزار اور آخر میں بادشاہ اکبر کا اپنا مقبرہ- اکبر کے دور کے یہ تعمیراتی شاہکار مغلیہ سلطنت کی شان و شوکت اور فنکارانہ کارناموں کو اجاگر کرتے ہیں- وہ آرٹ، ثقافت اور فن تعمیر اکبر کی سرپرستی کے مستقل ثبوت کے طور پر کھڑے ہیں (اکبر کے قلعے اور تاریخ پہ مولانا اسماعیل میرٹھی کی نظم قلعہ اکبر آباد عبرت کدۂ خاص و عام ہے)

❖ شاہ جہاں (1628ء-1658ء) کے دور میں، مغل فن تعمیر کے اعلیٰ مقام کو ظاہر کرنے والی کئی مشہور عمارتیں

تعمیر کی گئیں۔ شاہ جہاں کے دور سے وابستہ چند مشہور عمارتوں میں تاج محل، لال قلعہ دہلی، جامع مسجد دہلی، جامع مسجد ٹھٹھہ (سندھ)، شالیمار باغ کشمیر، شالامار باغ لاہور اور موتی مسجد آگرہ شامل ہیں۔ شاہ جہاں کے دور کے یہ تعمیراتی جواہرات مغل فن تعمیر کی عالی شان، شان و شوکت اور بہتر کاریگری کی مثال دیتے ہیں۔ یہ تمام عمارتیں آرٹ کے شاہکار کے طور پر مانی جاتی ہیں اور مغلیہ سلطنت کی وراثت کی پائیدار علامت کے طور پر آج بھی موجود ہیں۔

- سلطان اورنگزیب عالمگیر (1658ء-1707ء) کے دور میں مغل سلطنت نے تعمیراتی ترقی کا تسلسل دیکھا۔ اس بادشاہ کے دور میں کئی قابل ذکر عمارتیں تعمیر کی گئی تھیں۔ اورنگ زیب کے دور سے وابستہ چند نمایاں عمارتوں میں بادشاہی مسجد لاہور، بی بی کا مقبرہ اورنگ آباد، شاہی عید گاہ، کالا برج دہلی، لال باغ محل شامل ہیں۔ اورنگزیب عالمگیر کے دور کے یہ تعمیراتی شاہکار سابقہ مغل حکمرانوں کے اسراف اور وسیع ڈیزائن سے علیحدگی کی عکاسی کرتے ہیں جو زیادہ سادہ نظر آتے ہیں۔[9]
- 1707ء کے بعد مغل سلطنت نے زوال اور سیاسی عدم استحکام کا دور دیکھا۔ تاہم اس دوران کچھ تعمیراتی عمارتیں تعمیر کی گئیں جن میں صفدر زنگ کا مقبرہ، ظفر محل دہلی، لال باغ ڈھاکہ، موتی مسجد دہلی، نواب سراج الدولہ کا مقبرہ شامل ہیں۔ یہ عمارتیں گزشتہ مغلیہ ادوار کے مقابلے تعداد میں نسبتاً کم ہیں، یہ عمارتیں مغلیہ فن تعمیر اور مقامی طرز تعمیر کے اثرات کو ظاہر کرتی ہیں۔

نو آبادیاتی اور جدید دور (18ویں صدی-موجودہ):

فن تعمیر کی تاریخ میں یہ دور دلچسپ تو ہے مگر حقیقت میں فن تعمیر کے ذریعے جو کام کروایا گیا اس کا اثر آج بھی معاشرے پر جاری ہے۔ کیونکہ اُس وقت اقتدار میں ہندوستانی حکومت تھی اس کا ہر عمل قابل تقلید سمجھا جاتا تھا۔ بہاولپور میں نواب صاحب کے اپنے آباؤ اجداد نے تخت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی ان کے لئے محل تعمیر کروایا گیا جس کے ڈیزائن کانسپٹ میں عیاں طور پر 'classical architecture' نمایاں تھا جو کہ عین مغربی تہذیب کی عکاسی کرتا ہے۔[10] انگریز دور میں بہت ہی منفرد انداز میں فن تعمیر کی فیلڈ میں مغربی فکر کو پروان چڑھایا گیا۔ سب سے پہلے سرکاری دفاتر میں بیٹھے لوگوں نے مقامی لوگوں کو ایک مخصوص انداز میں عمارتیں تعمیر کرنے پر زور دیا۔ دوسرے مرحلے میں مختلف علاقوں جیسا کہ مدراس، بمبئی، کلکتہ میں چھوٹے چھوٹے اسکولوں کا قیام عمل میں لایا گیا جہاں ڈرائنگز کی جماعتوں سے شروع ہو کر انڈسٹریل آرٹ کی ورکشاپس اور پھر مجسمہ سازی کی جماعتیں شروع کروائی گئی۔ تیسرے مرحلے میں میو اسکول آف آرٹ کا قیام 1863ء میں عمل میں لایا گیا۔ اس ادارے کے قیام کے 10 سال کے اندر اندر مقامی لوگوں کی بڑی تعداد اس شعبہ سے متعلقہ مختلف آرٹ سیکھ گئے۔[11] پھر ایک ایسا اسٹائل (فن تعمیر کا انداز) متعارف ہوا جس میں مسلمانوں کا فن تعمیر بھی نمایاں ہو، ہندوؤں کا آرٹ بھی نظر آئے، سکھوں کی عمارتوں کی عکاسی بھی ہو اور سب سے ضروری مغربی فن تعمیر کی مہر بھی ثبت ہو سکے۔ آج لاہور کی شاہراہِ قائداعظم (مال روڈ) پر کافی عمارتیں ہیں جو کہ اسی دور میں تعمیر ہوئیں اور ان کا فن تعمیر تمام ادوار کی عکاسی کرتا ہے جن میں نمایاں نام ٹاؤن ہال لاہور، ایچیسن کالج لاہور، نیشنل کالج آف آرٹ لاہور، لارنس گارڈن (موجودہ باغِ

[9]Khan, A. N. (2003). *Islamic Architecture in South Asia: Pakistan, India, Bangladesh.* Oxford University Press. Mumtaz, K. K. (1985). *Architecture in Pakistan.* Milmar..Concept Media Pte Ltd.

[10]Molesworth, B. G. (1880). *The Industrial Arts of India.* Chapman and Hall, limited.

[11]Kipling, J. L. (n.d.). *Indian architecture of Today* (Vol. 1). Journel of Indian Art.

جناح) میں قائد اعظم لائبریری، لاہور ہائی کورٹ، لارنس گارڈن میں کرکٹ گراؤنڈ کا پویلیئن، گورنمنٹ کالج لاہور، اسلامیہ کالج پشاور، ڈیرہ نواب میں صادق گڑھ پیلس اور دیگر بیشمار عمارتیں شامل ہیں-

قیامِ پاکستان کے بعد:

1947ء قیام پاکستان کے بعد بننے والا فن تعمیر روایتی عناصر اور جدید اثرات کے امتزاج کی عکاسی کرتا ہے- قومی شناخت کے نئے احساس کے ساتھ معماروں نے ایسی عمارتیں ڈیزائن کرنے کی کوشش کی جس میں ماڈرن ازم کی جھلک زیادہ نظر آتی ہے- اس عرصے کے دوران ابھرنے والا ایک نمایاں طرز تعمیر "جدید پاکستانی فن تعمیر" کے نام سے جانا جاتا ہے جو جدیدیت کے عناصر کو شامل کرتا ہے اور ملک کے سماجی و ثقافتی تناظر کی عکاسی کرتا ہے- قیام پاکستان کے بعد زیادہ تر مشہور عمارتیں بیرون ملک کے ماہرینِ تعمیرات سے ڈیزائن کی ہیں جیسا کہ پارلیمنٹ ہاؤس، سپریم کورٹ، ایوان صدر، اسلام آباد کی فیصل مسجد اور کراچی میں مزار قائد شامل ہیں جو روایتی اسلامی فن تعمیر

کے عناصر کے ساتھ عصری ڈیزائن کی عکاسی کرتی ہے- یہ اسلامی اور جدید تعمیراتی عناصر کا ایک منفرد امتزاج پیش کرتا ہے- مقامی ماہرینِ تعمیرات میں حبیب فدا علی، نیئر علی دادا، کامل خان ممتاز، جہانگیر شیرپاؤ، حقنواز خان، یاسمین لاری جیسے نامور معماروں کے کاموں نے بھی پاکستان کے تعمیراتی منظرنامے کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے- ان کے ڈیزائن مقامی ثقافتی اقدار اور بین الاقوامی ڈیزائن کے اصولوں کے ہم آہنگ انضمام کی عکاسی کرتے ہیں-

پاکستان میں فنِ تعمیر کے فروغ کی راہ میں حائل رکاوٹیں:

پاکستان میں فن تعمیر کے فروغ کو کئی رکاوٹوں کا سامنا ہے جو اس کی ترقی میں رکاوٹ ہیں- جیسا کہ:

محدود آگاہی اور عدمِ حوصلہ افزائی:

عوام میں فن تعمیر کی قدر اور اہمیت کے بارے میں عام بیداری اور حوصلہ افزائی کی کمی ہے- بہت سے لوگ فن تعمیر کو تہذیبی و ثقافتی ضرورت کی بجائے ایک عیش و آرام کے طور پر سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے معیاری ڈیزائن کی طلب میں کمی ہوتی ہے اور تعمیراتی صنعت کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے-

ناکافی تعلیم اور تربیت:

پاکستان میں معماروں کیلئے تعلیم اور تربیت کے بنیادی ڈھانچے (structure) میں اکثر وسائل کی کمی ہوتی ہے اور وہ پرانے (outdated) نصاب کا شکار ہوتے ہیں- ناکافی فنڈنگ، فیکلٹی ممبران کی کمی اور پرانے تدریسی طریقے طلباء کی صلاحیتوں اور علم کی نشوونما میں رکاوٹ بنتے ہیں، انہیں اپنی پوری صلاحیت تک پہنچنے سے روکتے ہیں-

ماہرینِ فن کی بے توجہی:

اس میں کچھ ذمہ داری ماہرینِ فن کے اپنے اوپر بھی عائد ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے پاس آنے والوں کو اس بارے تفہیم اور تعلیم نہیں دی- مثال کے طور پہ؛ شہری علاقوں میں روزانہ کی بنیاد پہ ہزاروں عمارتیں تعمیر ہوتی ہیں جس کیلئے اندازاً ہزاروں لوگ روزانہ کی بنیاد پہ آرکیٹیکٹ آفس میں جاتے ہیں- اگر ان آنے والے ہزاروں لوگوں کو ایک منظم طریقے سے رہنمائی دی جائے تو نقشہ بنا کے دینے کیساتھ ساتھ اس فن کی سماجی، ثقافتی، تاریخی اور دیگر اہمیتوں کو بہت تیزی سے معاشرے میں اجاگر کیا جا سکتا ہے- گو کہ اس پہ بہت سے لوگ بڑی ذمہ داری سے لوگوں کو موٹی ویٹ کرتے ہیں ان کی تحسین کرنی چاہیئے، لیکن اس کی مقدار بڑھانے کی ضرورت ہے-

کمزور ریگولیٹری فریم ورک:

جامع اور نافذ شدہ ضوابط، بلڈنگ کوڈز اور منصوبہ بندی کے رہنما خطوط کی عدم موجودگی آرکیٹیکچرل فیلڈ میں چیلنجز

پیدا کرتی ہے- مؤثر زوننگ قوانین اور تحفظ کے اقدامات کی کمی بے ترتیب ترقی اور تجاوزات تاریخی عمارتوں کی تباہی کی ذمہ دار ہے- شہروں میں بے ہنگم قسم کی تعمیرات کو روکنے اور ایک اچھا اور ماحول دوست فن تعمیر بنانے کے لئے ایک مضبوط ریگولیٹری فریم ورک انتہائی ضروری ہے-

محدود ادارہ جاتی تعاون:

پاکستان میں تعمیراتی اداروں اور پیشہ ورانہ اداروں کے پاس بعض اوقات ضروری تعاون اور شناخت کی کمی ہوتی ہے- پاکستان کونسل آف آرکیٹیکٹس اینڈ ٹاؤن پلانرز (PCATP) جیسے پیشہ ورانہ اداروں کے کردار اور اثر ورسوخ کو اس پیشے کی وکالت کرنے، اخلاقی معیارات طے کرنے اور معماروں کے لیے وسائل اور رہنمائی کے مواقع فراہم کرنے کے لیے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے-

ثقافتی اور سماجی رکاوٹیں:

ثقافتی اصول اور سماجی ترجیحات بعض اوقات تعمیراتی اختراعات اور تجربات کے لیے چیلنجز پیدا کرتی ہیں- روایتی ڈیزائن کی ترجیحات یا تبدیلی کے خلاف مزاحمت نئے ڈیزائن کے تصورات کی کھوج کو محدود کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے فنِ تعمیر کی فیلڈ میں جدت سے روشناس کروانے میں مشکلات پیش آتی ہیں- اس لئے یہ ضروری ہے کہ فنِ تعمیر کے طریقوں اور موجودہ ماحول میں سماجی رکاوٹوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے اقدامات کیے جائیں-

فنِ تعمیر کے ارتقاء اور فروغ کیلئے اقدامات:

اقدامات جاننے سے قبل یہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ پاکستان ایک ایسے مفکر کا خواب ہے جس کا بیسویں صدی میں دنیا سے ایک الگ اور ممتاز نظریۂ فن اور تعمیر ہے جس کی ایک نمایاں جھلک اس مفکر کی مسجدِ قرطبہ پہ لکھی گئی نظم میں دیکھی جاسکتی ہے- اقبال کے نزدیک فن تعمیر سے قوم کا مزاج بولتا ہے- مسجد قرطبہ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

تیرا جلال و جمال، مردِ خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل، تُو بھی جلیل و جمیل

تیری بنا پائدار، تیرے ستوں بے شمار
شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجومِ نخیل
تیرے در و بام پر وادئ ایمن کا نور
تیرا منارِ بلند جلوہ گہِ جبرئیل
مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں! کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سرِّ کلیم و خلیل

*****

تجھ سے ہوا آشکار بندۂ مومن کا راز
اس کے دِنوں کی تپش، اس کی شَبوں کا گداز
اس کا مقامِ بلند، اس کا خیالِ عظیم
اس کا سرور اس کا شوق، اس کا نیاز اس کا ناز

اندلس کے مسلمان کی دن بھر جد وجہد کیا ہوتی تھی؟ اس کی راتوں میں سوز و گداز کیسا تھا؟ اس کا مقام کتنا بلند تھا؟ اس کا خیال کتنا عظیم تھا؟ اس کی لذت کس بات میں تھی؟ اس کا ذوق و شوق کیا تھا؟ اس کا عجز و نیاز کیسا تھا؟ اور اس کے ادا و ناز کیسے تھے؟ اقبال کو ان سب سوالوں کے جواب قرطبہ کی مسجد دیکھتے ہی مل گئے- دوسری بات یہ ہے کہ قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ ہم ایسا ملک چاہتے ہیں جہاں اسلامی ثقافت کو محفوظ کریں- فن تعمیر کسی بھی ثقافت کے اہم ترین ترجمانوں میں ہے، اس میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ اگر وادی سندھ کی قدیم تہذیب سے لوگ واقف ہیں تو اس کا سب سے بڑا ذریعہ ان کے فنِ تعمیر کی باقیات ہیں- اگر ہم اپنی چودہ سو برس کی تاریخ سے متصل رہنا چاہتے ہیں اور اس تاریخی دھارے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے فن تعمیر کو ایک سنجیدہ رویے کے ساتھ آگے بڑھانا ہو گا-

پاکستان میں آرکیٹیکچر (فن تعمیر) کے ارتقاء اور نمو کو فروغ دینے کے لیے کئی اہم اقدامات کیے جاسکتے ہیں- جو مندرجہ ذیل ہیں:

فنِ تعمیر کی تعلیم کو مضبوط بنانا:

پاکستان میں فنِ تعمیر کی تعلیم کو مستحکم کرنے کے لیے کئی اقدامات کیے جاسکتے ہیں- جیسا کہ

1. بین الاقوامی معیارات اور عصری تعمیراتی طریقوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے نصاب کو اپ ڈیٹ کرنا اور بڑھانا ضروری ہے۔ اس میں عملی مہارتوں کو یکجا کرنا، بین الضابطہ تعلیم کو فروغ دینا اور نصاب میں ٹیکنالوجی پر مبنی طریقوں کو شامل کرنا شامل ہے۔
2. تعلیمی اداروں اور صنعت کے پیشہ ور افراد کے درمیان شراکت داری اور تعاون کو فروغ دینا اکیڈمیا اور پریکٹس کے درمیان فرق کو ختم کر سکتا ہے۔ یہ انٹرن شپس، لیکچرز اور مشترکہ تحقیقی منصوبوں کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے، جو طلباء کو حقیقی دنیا کے تعمیراتی منصوبوں اور صنعت کے رجحانات کے لیے قابل قدر تجربہ فراہم کرتا ہے۔
3. فیکلٹی ڈویلپمنٹ اور تربیتی پروگراموں میں سرمایہ کاری اس بات کو یقینی بنا سکتی ہے کہ اساتذہ ٹیکنالوجی کے میدان میں ہونے والی تازہ ترین پیش رفت سے باخبر رہیں، جس سے وہ اعلیٰ معیار کی تعلیم فراہم کر سکیں۔

ایکریڈیٹیشن میکانزم اور ریگولیٹری اداروں کا قیام تعلیمی معیارات کی پابندی کو یقینی بنا سکتا ہے اور جوابدہی کو فروغ دے سکتا ہے۔ اسکالرشپ، گرانٹس اور مالی امداد فراہم کرنے سے بھی مستحق طلباء کے لیے فن تعمیر کی تعلیم تک رسائی بہتر ہو سکتی ہے۔

تحقیق اور اختراع کی حوصلہ افزائی:

آرکیٹیکچرل کمیونٹی میں تحقیق اور اختراع کی ثقافت کو فروغ دیں۔ آرکیٹیکچرل ریسرچ پروجیکٹس کو سپورٹ کرنے کے لیے ریسرچ گرانٹس اور فنڈنگ کے مواقع قائم کریں۔ مقامی چیلنجز سے نمٹنے اور پائیدار ڈیزائن کے حل تلاش کرنے کے لیے اکیڈمیا، صنعت کے پیشہ ور افراد اور تحقیقی اداروں کے درمیان تعاون کی حوصلہ افزائی کریں۔

پائیدار (Sustainable) ڈیزائن کو فروغ دینا:

پائیدار ڈیزائن کے طریقوں کی اہمیت کے بارے میں بیداری پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ماہرینِ فن کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے کہ وہ اپنے ڈیزائن میں توانائی کی بچت والی ٹیکنالوجی، قابل تجدید توانائی کے ذرائع اور عمارتوں کی موسم کے لحاظ سے ٹھنڈا یا گرم رکھنے والے مٹیریل کو شامل کریں۔ ان منصوبوں کیلئے مراعات اور شناخت فراہم کریں جو پائیداری اور ماحولیاتی ذمہ داری کو ترجیح دیتے ہیں۔

عوامی آرٹ کے مقامات اور آرکیٹیکچرل مقابلوں کو فروغ دینا:

پاکستان میں عوامی آرٹ کے مقامات اور تعمیراتی ڈیزائن کے مقابلوں کو فروغ دینا باہمی تعاون کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ہر علاقے میں ضلعی انتظامیہ سے باقاعدہ اشتراک کر کے نمائشوں اور تقریبات کے انعقاد کرنے سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ معاشرے کے تمام اسٹیک ہولڈرز کو شامل کر کے بہترین اور جدید طریقوں سے سیکھ کر، ایک ایسا متحرک پلیٹ فارم تشکیل دیا جا سکتا ہے جو تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر فنِ تعمیر فیلڈ میں پیش آنے والی مشکلات کو کم کر سکے۔

عوامی بیداری کو فروغ دینا:

فنِ تعمیر کے لیے عوامی بیداری اور تعریف کو بڑھانے کے لیے عوامی رسائی کے پروگراموں کا انعقاد کریں۔ اچھی طرح سے ڈیزائن کردہ جگہوں کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے نمائشوں، عوامی لیکچرز اور تعمیراتی دوروں کا اہتمام کریں۔ عوامی منصوبوں کے ڈیزائن کے عمل میں کمیونٹی کو شامل کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ ان کی ضروریات اور خواہشات پر غور کیا جائے۔

معاون پیشہ ورانہ ترقی:

متعلقہ اداروں کی طرف سے معماروں کے لیے مسلسل پیشہ ورانہ ترقی کے مواقع فراہم کرنے چاہئیں۔ علم کے تبادلے اور مہارتوں کو بڑھانے کے لیے ورکشاپس، سیمینارز اور کانفرنسز کا اہتمام ہونا چاہیے۔ معماروں کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ اپنی مہارت کو وسیع کرنے کے لیے بین الاقوامی پیشہ ورانہ تنظیموں کے ساتھ سرٹیفکیشن اور وابستگی حاصل کریں۔

☆☆☆

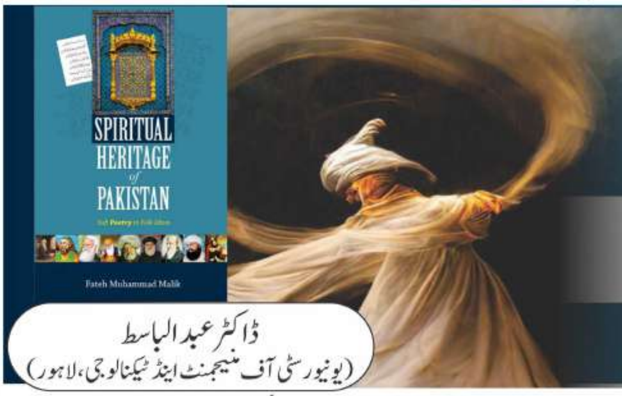

پاکستان کا روحانی ورثہ

لوک محاورے اور صوفیانہ شاعری

(کتاب پر طائرانہ نظر)

ڈاکٹر عبد الباسط
(یونیورسٹی آف منیجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور)

برِصغیر پاک و ہند میں خاص طور پر اور جنوبی وسطی ایشیائی ممالک میں عمومی طور پر دین اسلام کی ترویج و اشاعت کا جو کردار صوفیاء نے ادا کیا وہ اپنی مثال آپ ہے- جغرافیائی اعتبار سے یہ علاقے جہاں قدرتی وسائل سے مالامال ہیں وہیں گزشتہ سینکڑوں دہائیوں سے دینِ اسلام کے ماننے والوں کا مرکز تصور کیے جاتے ہیں، جس کی بنیادی وجہ صوفیاء کا پیغامِ محبت، رواداری اور دین کے ساتھ روحانی وابستگی ہے- اگر پاکستان میں علاقائی اِعتبار سے صوفیاء کا کردار دیکھا جائے تو کشمیر سے خیبر تک کوئی بھی علاقہ اِن کے فیضان سے محروم نظر نہیں آتا جو کہ لوگوں کے دِلوں کی اُجڑی اور غیر آباد بستیوں کو خوبصورت انداز میں آبیاری فراہم کر رہا ہے اور یہ فیضان رَہتی دُنیا تک اللہ کے نام لیواؤں کی تعداد بڑھانے میں اپنا کردار ادا کرتا رہے گا-

صوفیاء کی تعلیمات عمومی طور پر نہ تو کسی خاص علاقے کے لئے ہوتی ہیں اور نہ ہی خاص لوگوں کے لئے، بلکہ اُن کا پیغام اِنسانیت ہے اور کسی بھی علاقے کا فرد کسی بھی خطے کے صوفی سے اِکتسابِ فیض کر سکتا ہے- اُنیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں برِصغیر پاک و ہند میں ہندو اور انگریز سامراج کے خلاف اٹھنے والی آزادی کی تحریک کو جس خوبصورت انداز میں مسلم مفکرین، شعراء، دانشوروں، ادیبوں، فلسفیوں، مشائخ اور صوفیاء نے آگے بڑھاتے ہوئے اپنے مقصد (پاکستان) کا حصول ممکن بنایا وہ قابل ستائش ہے- جذبہ حریت کو خود شناسی اور خود آگاہی سے ماخوذ کیا جاتا ہے جو کہ درگاہِ صوفی کا بنیادی عنصر تصور کیا جاتا ہے- تحریک آزادی کی بنیاد بھی اُسی فلسفہ پر رکھی گئی جو اسلام کے بنیادی اُصولوں کی ترجمانی کرتے ہوئے دکھائی دیتا ہے- اُس تحریک کی کمان اللہ پاک نے علامہ محمد اقبالؒ اور قائدِ اعظمؒ جیسے مومنینِ با استقامت کے ہاتھ دی، جنہیں وقت نے سچا ثابت کیا- پاکستان کی مٹی صوفیاء کے حوالے سے کافی ذرخیز تصور کی جاتی ہے جس میں درجہ بدرجہ سینکڑوں صوفیاء صاحب مرقد ہیں- اِن سے جڑی تعلیمات مخلوقِ خدا کی رہنمائی میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں- سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ کی ولادت بھی 27 رمضان المبارک کی اسی رات ہوئی جب قیامِ پاکستان کا اعلان ہوا- تو اس حوالے سے اس خطے کو ہم مبارک اور برکتوں والا علاقہ بھی کہہ سکتے ہیں جہاں اللہ پاک کے نیک بندوں نے بے شمار کرامات کا اظہار فرمایا-

تعلیماتِ صوفیاء کی ترویج و اشاعت وہ عظیم کارنامہ ہے جسے آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ تصور کیا جاتا ہے- اِس کارِ خیر میں حصہ لینے والے افراد نہ صرف اپنی دُنیا و آخرت کا ساماں پیدا کرتے ہیں بلکہ سینکڑوں اور نفوس کے لئے بھی راہ نجات ثابت ہوتے ہیں- پاکستان شائد دُنیا کا وہ واحد ملک ہے جہاں نوجوانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور یہ نوجوان افرادی قوت کا بیشتر حصہ تصور کئے جاتے ہیں- صوفیاء کی تعلیمات (جو کہ قرآن و سنتؐ سے ماخوذ ہوتی ہیں) سے ہی اِس نوجوان نسل کو بے راہ روی سے بچایا جا سکتا ہے اور ان کی سوچ اور فکر عوجِ ثریا پہ لائی جا سکتی ہے جہاں کامیابی یقینی تصور کی جاتی ہے- بقول علامہ اقبالؒ:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

خود شناسی کا یہ سبق کسی نہ کسی طرح سے ہر صوفی نے پڑھایا ہے۔ جس کا بنیادی مقصد خالق اور مخلوق کے درمیان تعلق کو مضبوط کرنا اور مقصد حیات کا حصول ممکن بنانا ہے۔ اِس سبق کا پرچار صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دُنیا کے ہر کونے میں ضروری ہے۔ جس کے لئے بے شمار لوگ اپنے حصے کا دِیا جلانے میں مصروف عمل ہیں۔ اُن میں ایک نام پروفیسر فتح محمد ملک کا بھی ہے پاکستان کے علمی و ادبی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ کئی مغربی ممالک میں تدریس کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں بحیثیت ریکٹر اپنے فرائض سرانجام دے چکے ہیں۔

ایک درجن سے زائد کتابیں آپ کے علمی اور فکری اقبال کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے افکار کی عصری تعبیر پہ سب سے موثر کام آپ ہی کا سمجھا جاتا ہے۔ فتح محمد ملک صاحب (1984-88 & 1992-96) ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں اقبال چیئر پر پروفیسر رہنے کا اعزاز بھی حاصل کر چکے ہیں اور 1974ء میں کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک میں ساؤتھ ایشیئن فیلو بھی رہے۔ اِس دوران وہاں کے طلبہ کو پاکستان کے مختلف صوفیاء کی تعلیمات سے روشناس کرواتے ہوئے متعدد لیکچرز دیئے۔ حال ہی میں ان کی ایک کتاب "Spiritual Heritage of Pakistan: Sufi Poetry in Folk Idiom" کے نام سے پبلش ہوئی جو اُنہیں لیکچرز کا مجموعہ ہے۔ اِس کتاب کی خصوصیت یہ ہے اِس میں پاکستان کے کم و بیش بارہ (12) صوفیاء پر ایک ایک باب (chapter) تشکیل دیا گیا۔

ہر علاقے کے صوفی کی یہ خصوصیت ہوتی کہ وہاں کے کلچر، رہن سہن، رسم و رواج اور تمدن کے مطابق فلسفۂ وحدت کا پرچار کرے اور لوگوں کو حق کی طرف بلائے۔ اِس کتاب میں اِسی چیز پر روشنی ڈالی گئی کہ کس طرح پاکستان کے اِن صوفیاء نے علاقوں کی مناسبت سے کلمہ حق بلند کیا اور انسانیت کا درس دیتے ہوئے دین اسلام کی ترویج میں اپنا کردار ادا کیا اور کلمہ طیبہ پہ عامۃ المسلمین کی ایسی عمل پسندانہ تربیت کی جو بالآخر اسی کلمے کی بنیاد پہ ایک جدید اسلامی فلاحی مملکت کے قیام پہ منتج ہوئی۔ جب کانگریسی ملاں برہمن انگریز گٹھ جوڑ کے آلہ کار بن کر سادہ لوح مسلمانوں کو جناح کے خلاف بھٹکا رہے تھے اس وقت کلمہ طیبہ کے مفہوم پہ صوفیائے کرام کی عمل پسندانہ تربیت ہی تھی جس نے لوگوں کے دل جناح سے بد ظن ہونے کی بجائے اسے اسلامیانِ ہند کا قائد اعظم ثابت کیا اور مسلمانوں کی بارہ سو سالہ تاریخ کا تسلسل نہ ٹوٹنے دیا اور اپنے لئے ایک آزاد مملکت حاصل کی۔ سماج کو فکری اعتبار سے جہاں بھی ٹھوکر لگی، صوفیاء نے آگے بڑھ کر مخلوق خدا کی رہنمائی کا بیڑا اُٹھایا مجاہدانہ کردار ادا کیا اور اسلام و مسلمانوں کی بے لوث خدمت کی۔

اِس کتاب کا پہلا باب کشمیر جنت نظیر میں اسلام کی ترویج و ترقی اور اُس کے پھیلاؤ کے محرکات پر مشتمل ہے۔ جس میں مصنف نے انتہائی خوبصورتی کے ساتھ اِس چیز کی وضاحت کی کہ کیسے دین اِسلام صوفیاء، سیاسی اور مذہبی شخصیات کی کاوشوں سے اِن علاقوں تک پہنچا۔ آج جو جذبۂ حریت اِس علاقے کی شان سمجھا جاتا یہ سب اُن صوفیاء کے فلسفے کا عکس ہے جنھوں نے وہاں کے باسیوں کو جینے کا ڈھنگ سکھایا اور خود شناسی و خود آگاہی کے بنیادی سبق سے آگاہی دی۔

دوسرے باب میں دیکھا جائے تو، بابا فریدؒ المعروف گنج شکرؒ کے نظریۂ بھائی چارہ، ذات پات سے پاک معاشرے کی تشریح کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ہندوستان کے اُس وقت کے حالات کے تناظر میں بابا فریدؒ نے جس خوبصورتی سے لوگوں کو دین متین کی تبلیغ کی وہ رہتی دنیا تک یاد رکھی جائے گی۔ آج بھی لوگ اُن کے نظریات سے مستفید ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

تیسرا باب شیخ عثمان مروندیؒ المعروف حضرت لعل شہباز قلندرؒ کی زندگی اور اُن سے جڑے مختلف واقعات پر مشتمل ہے۔ جبکہ فاضل مصنف نے زیادہ توجہ اُن کی وجہ

شہرت بننے والی صفت ''قلندر'' پر دی اور اس پر روشنی ڈالی کہ کیسے ملتان سے شروع ہونے والا تصوف کا یہ سلسلہ سیہون شریف میں جا آباد ہوا-

چوتھا باب پنجاب کی ہندو فیملی سے تعلق رکھنے والے بابا نانک (المعروف بابا گرونانک) پر لکھا گیا- جن کی ساری زندگی انسان اور انسانیت کا درس دیتے ہوئے گزری- بابانانک آج کم و بیش 400 برس گزرنے کے باوجود بھی ہر مذہب سے تعلق رکھنے والوں کیلئے چاہتوں کی مالا پروئے ہوئے ہیں- اُن کا درسِ انسانیت اور رب کے ساتھ تعلق کی مضبوطی اور توحید ایک ایسی فکر تھی جو دُنیا کے طول و عرض سے لوگوں کو اُن کی طرف متوجہ کرتی ہے-

پانچواں باب لاہور کے صوفی بزرگ شاہ حسینؒ کے سلسلۂ تصوف پر لکھا گیا- جن کا سبق روحانی استخلاص کی سیڑھی سے ہوتے ہوئے ذاتی محاسبے پر ختم ہوتا ہے- مقامی ثقافت اور روایات کو دیکھتے ہوئے جس شاعرانہ انداز میں شاہ حسینؒ نے لوگوں کو حقیقتِ حق سے روشناس کرایا شائد ہی کسی اور بزرگ کے حصے آیا ہو-

چھٹا باب سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھنے والے صوفی بزرگ حضرت سُلطان باھوؒ کے فرمودات اور آپ کے فلسفۂ تصوف پر لکھا گیا- آپ نے کم و بیش 140 کُتب لکھیں اور لوگوں کو ''ھُو'' کا ایسا کلمہ پڑھایا کہ ہر سننے اور پڑھنے والے کے دِل کے تار بجا دیتا ہے- فارسی، پنجابی، سرائیکی، عربی اور اردو زبان پر مشتمل نہ صرف کلامِ باھوؒ بلکہ باقی کُتب بھی اپنی پہچان آپ ہیں- آپؒ کی تعلیمات جہاں شریعت مطہرہ کی پابندی پر زور دیتی ہیں وہیں روحانی ذِکر اور بیداریٔ روح کی بھی تلقین کرتی ہیں- جنبے کی بوٹی کی خوشبو اسلامیانِ ہند کے مشامِ جان کو کئی صدیوں سے معطر کئے ہوئے ہے- سلطان باھُو کی ھُو نے دلوں میں وحدت کے ایسے تار چھیڑتی ہے جو سننے والوں کو اس فقر کی طرف لاتی ہے جسے اقبال نے 'فقرِ غیور' کہا ہے- یہ سلطان باھُو تھے جنہوں نے پنجاب اور برصغیر کے لوگوں کو یہ سکھایا تھا کہ صرف قیل و قال سے اسلام کا پرچم بلند نہیں ہوتا بلکہ حسین کی طرح سر نیزے پہ رکھنا پڑتا ہے-

جے کر دین علم وچ ہوندا سر نیزے کیوں چڑھدے ھُو

ساتواں باب پشتو کے مشہور صوفی بزرگ اشرف خان ہیگری المعروف رحمان باباؒ پر لکھا گیا- اِتحاد، دوستی اور بھائی چارے کا درس دیتی ہوئی رحمان بابا کی شاعری علاقے کے حسن کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے- وقت کی مناسبت سے عالمی سیاسی منظرنامے کو دیکھتے ہوئے رحمان بابا نے اپنے لوگوں میں جس طرح شعور کی شمع روشن کی وہ اپنی مثال آپ ہے جس نے پشتونوں کو اپنی شناخت حق کے ساتھ قائم کرنے میں مدد فراہم کی-

کتاب کا آٹھواں باب قصور شہر کی شان و آن حضرت عبد اللہ شاہؒ المعروف بلھے شاہؒ پر رقم کیا گیا- جنہوں نے مغلیہ سلطنت کے زوال کے زمانے میں مسلمانوں کو تقویت اور ہمت بندھانے میں اہم کردار ادا کیا- مسلمانوں کے شکست خوردہ ہونے کے اسباب کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے تعلق کو رب تعالیٰ سے جوڑنے پر زور دیا- مصلحت اندیشی اور مطابقت پذیری کبھی بھی ان کی ذات کا حصہ نہ بن سکی- ظاہر پسندی پر تنقید و طنز ہمہ وقت ان کی شاعری کا پسندیدہ جزو رہی- انہوں نے شاعری میں شرع اور عشق کو ایک لڑی میں پرو دیا اور عشق کو شرع کی معراج قرار دیا- ان کے کام میں عشق ایک ایسی زبردست قوت بن کر سامنے آتا ہے جو شرع پر چل کر پیغام حسینیت کو فروغ دیتا ہے اور یزیدیت کو ہمیشہ کے لیے شکست دیتا ہے بلھے شاہ نے پیار و محبت کے پیغام کو فروغ دیا- عربی فارسی میں عالم ہونے کے باوجود انہوں نے پنجابی کو ذریعۂ اظہار بنایا-

نوواں باب مشہور صوفی بزرگ شاہ عبد الطیف بھٹائیؒ پر لکھا گیا- شاہ صاحبؒ نے اپنی شاعری کے ذریعے لوگوں کو اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) کا پیغام پہنچایا- آپؒ کے آباؤ اجداد سادات کے ایک اہم خاندان سے تعلق رکھتے تھے جبکہ آپؒ کا سلسلہ نسب حضرت علی (رضی اللہ عنہ)اور حضرت محمد (ﷺ) تک پہنچتا ہے- آپؒ کے کلام کو ”شاہ جو رسالو“ کا نام دیا گیا ہے- سندھ میں قرآن اور حدیث کے بعد شاہؒ کے رسالے کو بہت اہمیت حاصل ہے-

دسواں باب حضرت عبد الوہابؒ المعروف سچل سر مستؒ پر لکھا گیا ہے- آپؒ سندھ کے مشہور صوفی بزرگ، شاعر، فلسفی اور مفکر تھے- آپؒ کی شہرت کی اصل وجہ سات زبانوں میں شہر آفاق فکر سخن (کلام) ہے- سچل سر مستؒ کا سلسلۂ نسب خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) سے ملتا ہے- اِس لحاظ سے آپ فاروقی نسب سے تعلق رکھتے ہیں- شاہ عبد اللطیف بھٹائی کے بعد سچل سر مست کو سندھی زبان کا ممتاز ترین شاعر سمجھا جاتا ہے- شاہ عبد اللطیف بھٹائی کی شاعری میں تو جمال ہے مگر سچل سر مست کی شاعری میں جلال پایا جاتا ہے اور یقیناً وہ اِسی جلالی کیفیت و رنگ میں رنگے ہوئے تھے- کائنات کی ظاہری کثرت میں بنیادی وحدت ہی کار فرما ہے، جیسے نظریات کی تلقین سچل سر مست کے کلام میں جابجاء دکھائی دیتی ہے- بنی نوعِ انسان کے رنگ اور روپ کی کثرت وحدت الوجود میں ہی پائی جاتی ہے اور اِس لحاظ سے لوگوں میں ذات پات، اُونچ نیچ، فرقہ، طبقہ اور عقیدہ کی موجودگی کی کوئی وُقعت نہیں ہے یعنی سب انسان برابر ہیں کیونکہ لہر اور بحر کی اصلیت ایک ہی ہے- سچل سر مست کا کلام زمان و مکان کی حدود کا پابند نہیں سمجھا جاتا بلکہ اُنہوں نے مذہب و ملت، ملک و وَطن اور زبان کی حدود کو حاصل کر کے ایک ایسی ہمہ گیر تعلیم کی تبلیغ کی ہے جس کی دنیاء کے ہر ملک و قوم کی ضرورت سمجھا جاتا ہے-

گیارہواں باب چترال کی سرزمین کے صوفی شاعر مولانا مرزا محمد سیئرؒ المعروف بابا سیئرؒ کے افکار پر لکھا گیا- آپؒ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں:

دبیرم، شاعرم، رندم، ندیمم، شیوہا دارم

یعنی میں لکھاری، شاعر، پیار کرنے والا، بادشاہ کا ساتھی اور بہت ساری حالتوں (صورتوں) کا مالک ہوں- آپؒ چترالی زبان کھوار اور فارسی کے عظیم صوفی شاعر ٹھہرے- ضلع چترال کے گاؤں ریشن میں آپ کا مزار واقع ہے- کھوار اکیڈمی نے بابا سیئر کو کھوار شاعری کے حافظ شیرازی سے تشبیہ دی ہے-

کتاب ھذا کا بارہواں باب بلوچستان کے مشہور صوفی شاعر مست توکلی پر لکھا گیا ہے- اتحاد، یگانگت اور عالمی بھائی چارہ آپ کے افکار کا مغز تصور کئے جاتے ہیں- علاقے کے باسیوں کو درسِ محبت سے ایسے جوڑا کہ جس کی مثال صدیوں یاد رکھی جائے گی- مست توکلی نے اپنی شاعری کے ذریعے انسانیت اور مادرِ وطن کے لیے محبت کے پیغام کو پھیلایا- ان کی شاعری میں صوفیانہ رنگ جھلکتا ہے وہ بلوچوں کے لیے ان کے دل کی آواز اور ان کی روایات و اقدار کے امین نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خاص و عام انہیں بلوچستان کی بلبل کا خطاب دیتے ہیں-

اگر اِن مندرجہ بالا تمام صوفیاء کی تعلیمات کو ایک جگہ سمویا جائے تو اتحاد، بھائی چارہ، انسانیت، محبت، عالمی امن، دین کی طرف رغبت، یقین، روحانی استخلاص، خود شناسی و خود آگاہی اور پیار کا درس ہی ملتا ہے- پاکستان اِس حوالے سے اِنتہائی خوش نصیب ٹھہرا کہ اِتنے بڑے عظیم المرتبت صوفیاء کا مسکن ہے اور نہ صرف پاکستان بلکہ دُنیا کے طول و عرض سے لوگ اِن بزرگوں کے فیضان سے مستفید ہو رہے ہیں-

☆☆☆

پاکستان کے چند نعت گویانِ اردو

تحقیقی جائزہ

اظہر احمد

"وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ" قرآن مجید فرقان حمید کے متبرک کلمات ہیں اور یہ دعویٰ محب جل شانہٗ نے اپنے حبیب مکرم (ﷺ) سے فرمایا ہے- اس ارفع و اعلیٰ ذکر کی برکت قرآن مجید کے قاری کو ہمیشہ محسوس ہوتی ہے- یٰس، طٰہٰ، والضحیٰ، والیل، مدثر و مزمل کے خوبصورت القابات اس رفعت کی ترجمانی کرتے ہیں- بلاشبہ یہ گویائی شرفِ اعلیٰ بہتر از کل جہاں ہے اور محبوب کا تذکرہ محب اپنے شایانِ شان کرتا ہے اور ہر وقت کرتا ہے جبکہ اس کے فرشتے بھی بس اس کے حبیب پر درود بھیجتے ہیں- یہی نہیں بلکہ محب کی محبت کا عالم یہ ہے کہ اس نے تمام جہانوں پر اپنے محبوب کی رفعت و عظمت و فضیلت کو برقرار فرما کر اس وجۂ تخلیق کائنات کو رحمت بنادیا اور انسانوں میں سے اہلِ ایمان و اہلِ تقویٰ پہ فرض فرمایا کہ وہ اس کے محبوب کی ذاتِ بابرکات پر درود و سلام کے گل و گلزار نچھاور کریں-

حضور نبی کریم (ﷺ) کی شان میں قصیدے پڑھنا اور آپ (ﷺ) کا ذکر پاک و ذکر خیر کرنا تو سنت الٰہی اور سنتِ انبیاء (علیہم السلام) ہے- ہر نبی نے اپنی بعثت کے بعد نبی آخر الزماں کی نویدیں سنائی ہیں اور جب حضور خاتم النبیین (ﷺ) اس دنیا میں تشریف لے آئے تو مومنین و عارفین و عاشقین نے اپنے اپنے انداز میں اس کے حسن و تبسم کے گیت گائے، یہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی آپ کی قصیدہ خوانی سے اپنے دہن و سخن کو روک نہ سکے- فیض یافتگانِ نظرِ مصطفیٰ (ﷺ) اور شاعرانِ دربارِ رسالت (ﷺ) حسان بن ثابت و کعب بن مالک و عبداللہ بن رواحہ و دیگر اصحابِ مکرمین (رضی اللہ عنہم) کی سنت کو آج تلک شمع بزمِ رسالت کے پروانے ادا کر رہے ہیں-

مدینہ طیبہ کی ریاست کے بعد دوسری ریاست جو کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) پر قائم ہوئی وہ مدینہ ثانی اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے- اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبان و عشاقان و نعت گویان کی کثرت و کوثر عطا فرمائی ہے- ان نعت گویان نے بالخصوص اردو زبان میں نعت گوئی کے ذریعے اپنی منفرد شناخت بنائی اور ایسے منزہ و متبرک انداز میں گلہائے عقیدت کے نذرانے پیش کئے کہ جنہیں لبوں پر لاتے ہی انسان کے قلب و ذہن و روح میں ایمان و ایقان و وجدان و عرفان کے انوار پھوٹنے پھلنے لگتے ہیں-

اردو زبان میں صنفِ مدحت و نعت فارسی و عربی زبان سے آئی اور نعت گوئی کے لئے نقاد نے زبان و بیان پہ کامل دسترس رکھنے کی شرط بھی لگائی- عامیانہ لہجے اور شاعری کی نوک پلک ہی کافی نہ ٹھہری بلکہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے- اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہے-[1] مزید برآں یہ کہ نعت کا رشتہ بہت نازک ہے- اس میں ادنیٰ سی لغزش سے نیکی برباد، گناہ لازم آجاتا ہے- اس پل صراط کو عبور کرنا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں- یہ وہ بارگاہِ اقدس ہے جہاں بڑے بڑے قدسیوں کے پاؤں لرز جاتے ہیں-[2] المختصر یہ کہ نعت کا مقصود اصلی ثنائے رسول

[1](خان، احمد رضا، الملفوظہ، حصہ دوم، ص:184)

[2](ندوی، شاہ معین الدین، ادبی نقوش، ص:284)

(ﷺ) کے حوالے سے محاسن دین کا بیان اور تقربِ الٰہی کا حصول ہے۔[3]

نعت گوئی اور صداقتِ مدح کی توفیق عرب سے ہوتی ہوئی ملکِ عجم و خراسان اور پھر برصغیر پاک و ہند تک آئی۔ حضرت امیر خسرو، بیدل دہلوی، ولی دکنی، امیر مینائی سے یہ خوشبوئے عطروعقیدت امام احمد رضا خانؒ، خواجہ الطاف حسین حالی، علامہ محمد اقبال، ابو الاثر حفیظ جالندھری، حفیظ تائب، مظفر وارثی و دیگر نعت گویان کے قلم و خرد کے ذریعے اس سرزمین پر پھیلی۔ پاکستان کے چند نعت گویانِ اردو کا مختصر تذکرہ ذیل میں کیا گیا ہے۔

1. قومی شاعر پاکستان علامہ محمد اقبالؒ:

علامہ محمد اقبالؒ گو پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے قبل ہی اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے لیکن مصورِ پاکستان ہونے اور اپنی ان تھک محنت و مشقت کی خاطر آپ علیہ الرحمہ کو پاکستان کے قومی شاعر ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ اقبالؒ نے اردو زبان میں پایہ کمال کی شاعری کی اور مدحتِ سرور کونین (ﷺ) کے بیان میں آپ کی نظیر مشکل ہے۔ آپ کو بیسویں صدی کا اردو و فارسی کا سب سے بڑا شاعر مانا جاتا ہے۔ آپ کے شعری مجموعوں میں بہ کثرت مدحت و ثنائے مصطفیٰ (ﷺ) ملتی ہے جو رسمی انداز سے پرے تخیلِ مجلس محمدی (ﷺ) کی عکاسی کرتی ہے۔ شدتِ حبِ رسول (ﷺ) اور عشق کے میدان میں جدت و فکر کی آمیزش ان کی نعت گوئی میں عیاں نظر آتی ہے۔ بقول اقبالؒ:

تازہ مرے ضمیر میں معرکہء کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ، عقل تمام بولہب

اقبال کے مکتوبات کے مجموعے میں ایک مکتوب خان نیاز الدین خان کے نام لکھا گیا جس میں وہ کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم (ﷺ) حیات ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی حضور نبی کریم (ﷺ) کی مجلس پاک کی صحبت سے بعین اسی طرح فیض یاب ہو سکتے ہیں جیسے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری دور میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا اس لئے خاموش رہتا ہوں۔[4]

بزبانِ اقبال:

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے
ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھرمے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

2. اعظم چشتی:

تحریکِ پاکستان کے سرگرم کارکن محمد اعظم چشتی اردو، فارسی اور پنجابی کے نامور شاعر اور نعت گو صاحبِ دیوان ہیں۔ آپ 15مارچ 1921ء کو گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ نعت گوئی میں کمال رکھتے تھے، کل پانچ نعتیہ مجموعے شائع ہوئے جن میں سے تین اردو اور دو پنجابی زبان میں ہیں: غذائے روح (1944ء)، رنگ و بو (1953ء) اور نیر اعظم (1970ء) اردو مجموعات ہیں۔[5] سن 1993ء میں لاہور میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے نعتیہ کلام میں عجب جاذبیت، سادہ الفاظ مگر پرکشش انداز، ادب و تعظیم اور شوق کی کمال درجہ بندی ملتی ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

[3] (اعوان، ارشاد شاکر، عہد رسالت میں نعت، ص:23)

[4] (مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خاں، مکتوب نمبر:54، ص:122)

[5] (پاکستان میں فارسی ادب، جلد:6)

یاد آتی ہے مجھے اہلِ مدینہ کی وہ بات
زندہ رہنا ہے تو انسان مدینے میں رہے
دور رہ کر بھی اٹھاتا ہوں حضوری کے مزے
میں یہاں اور میری جان مدینے میں رہے
چھوڑ آیا ہوں دل و جان یہ کہہ کر اعظم
آ رہا ہوں میرا سامان مدینے میں رہے

3. احمد ندیم قاسمی:

احمد شاہ المعروف احمد ندیم قاسمی صاحب 20نومبر 1916ء پنجاب کے شہر خوشاب میں پیدا ہوئے اور اردو ادب کے نامور شاعر، ادیب، نقاد، صحافی اور مدیر ہیں- آپ کے مجموعہ شاعری میں سے تین نعتیہ مجموعہ ہیں: جمال (1992ء)، ارض و سماء (2006ء) اور انوارِ جمال (2007ء)- بچپن میں چچا کے گھر سے شعری ماحول ملا- حالانکہ بچپن مشکلات میں گزرا لیکن علم دوستی سے رشتہ قائم رہا- یوں تو آپ کے بہت سے کلام کو عوام میں مقبولیت حاصل ہوئی لیکن ایک کلام خوب زبانِ زدِ عام ہوا- ملاحظہ ہو:

میں کہ بے وقعت و بے مایا ہوں
تیری محفل میں چلا آیا ہوں
آج ہوں میں تیرا دہلیز نشیں
آج میں عرش کا ہم سایا ہوں
جب بھی میں ارضِ مدینہ پہ چلا
دل ہی دل میں بھی اترایا ہوں
تیرا پیکر ہے کہ اک ہالۂ نور
جالیوں سے تجھے دیکھ آیا ہوں
یہ کہیں خامی ایماں ہی نہ ہو
میں مدینہ سے پلٹ آیا ہوں [6]

4. مفتی احمد یار خان نعیمیؒ:

مفسرِ قرآن، مفتی و ممتاز عالمِ دین علامہ احمد یار خان نعیمیؒ یکم مارچ 1894ء کو راجھستان میں پیدا ہوئے- گھر سے ہی تعلیم و تحقیق کے جواہر نصیب ہوئے- آپ ایک اعلیٰ نعت گو شاعر بھی تھے- آپ کا نعتیہ مجموعہ دیوانِ سالک کے نام سے شائع ہوا- آپ نے 1971ء میں داعی اجل کو لبیک کہا- آپ کا مزار گجرات میں واقع ہے- آپ کی دینِ اسلام کے لئے خدمات کا احاطہ کرنا مشکل ہے- اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو علمِ تفسیرِ قرآن سے نوازا اور قرآن کی برکت آپ کی شخصیت سے نمایاں معلوم ہوتی تھی- آپ کے نعتیہ مجموعہ سے ایک کلام ملاحظہ ہو:

خاکِ مدینہ ہوتی میں خاکسار ہوتا
ہوتی رہِ مدینہ میرا غبار ہوتا
آقا اگر کرم سے طیبہ مجھے بُلاتے
روضہ پہ صدقہ ہوتا ان پر نثار ہوتا
طیبہ میں گر میسّر دو گز زمین ہوتی
ان کے قریب بستا دل کو قرار ہوتا
مر مٹ کے خوب لگتی مٹی مرے ٹھکانے
گر ان کی رہ گزر میں میرا مزار ہوتا
یہ آرزو ہے دل کی ہوتا وہ سبز گنبد
اور میں غبار بن کر اس پر نثار ہوتا
سالکؔ ہوئے ہم ان کے وہ بھی ہوئے ہمارے
دل مضطرب کو لیکن نہیں اعتبار ہوتا [7]

5. اصغر سودائی:

تحریکِ پاکستان کے سرگرم کارکن، ماہرِ تعلیم اور ترانہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کے خالق پروفیسر محمد اصغر سودائی کمال کے شاعر اور نعت گو صاحب دیوان ہیں- آپ 26 ستمبر 1926ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے- 1989ء میں شہ دوسرا کے نام سے آپ کا نعتیہ مجموعہ شائع ہوا-[8] آپ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ کی وفات ہوئی- سادگی و سلاست جہاں کردار میں تھی وہیں اشعار کی بنت میں بھی واضح تھی- عاجزی اور انکساری کا عنصر آپ کے نعتیہ کلام کا خاصہ ہے- چند نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں:

---

[6](قاسمی، احمد ندیم، کتاب: کعبہ وطیبہ کی حاضری)

[7](نعیمی، احمد یار خان، دیوانِ سالک، شمارنمبر:5، ص:18)

[8](نوائے وقت راولپنڈی، شمارہ:18 مئی 2008ء)

سب لوگ تھے صحرا میں صدف ڈھونڈنے والے
دریائے معانی کا شناور نہیں آیا
ہے تیری نبوت کی صداقت کا کرشمہ
ایسا تو کبھی رنگ سحر پر نہیں آیا[9]

6. ابوالاثر حفیظ جالندھری:

پاکستان کے قومی ترانے کے خالق محمد حفیظ جالندھری 14 جنوری 1900ء کو برصغیر کے شہر جالندھر میں پیدا ہوئے- بچپن سے ہی شعر و سخن میں ان کی دلچسپی غیر معمولی تھی-وہ کچھ عرصے ریاست خیر پور میں درباری شاعر بھی رہے-اردو کے ساتھ عربی، فارسی اور ہندی زبانوں پر کمال کا عبور حاصل تھا- ان کی شاعری میں سادہ مگر معیاری انداز پایا جاتا ہے- قومی ترانے کے خالق ہونے کے علاوہ انہیں شاہنامۂ اسلام تحریر کرنے کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہے- شاہنامۂ اسلام کل چار جلدوں پر مبنی ہے جس میں انہوں نے تاریخ اسلام کو بمثلِ موتی، شعری سخن کے دھاگوں میں خوب احسن انداز میں پرویا ہے- آپ دسمبر 1982ء کو لاہور میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے- مدحت در شانِ مصطفےٰ (ﷺ) علیہ تحیۃ و الثناء بقلمِ حفیظ جالندھری برائے ذوقِ قاری پیشِ خدمت ہیں:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبِ سُبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نُورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی!
سلام اے سرِّ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آگئی گُلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہوگیا پھر فضلِ ربّانی
سلام اے صاحبِ خُلقِ عظیم انساں کو سکھلادے
یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ رُوحانی
تری صورت، تری سیرت، ترا نقشا، ترا جلوہ
تبسّم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی![10]

7. مولانا ظفر علی خان:

بابائے اردو صحافت مولانا ظفر علی خان 19 جنوری 1873ء کو وزیر آباد میں پیدا ہوئے- آپ کا نعتیہ مجموعہ خُمستانِ حجاز 1987ء میں شائع ہوا-[11] آپ عربی و فارسی و اردو و انگریزی زبانوں پر یکسر عبور رکھتے تھے- آپ کے لکھے کئی نعتیہ کلام مشہور و معروف ہوئے جن میں سے چند آج تلک عشاقان کی زبانوں کو محبتِ مصطفےٰ (ﷺ) کی چاشنی سے تر رکھے ہوئے ہیں- 27 نومبر 1956ء کو آپ اس دنیائے فانی سے رحلت کر گئے- آپ کے نعتیہ کلام کے چند اشعار ذیل میں نقل کئے ہیں:

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو
پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے
اس نورِ اولیں کا اجالا تمہی تو ہو
سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اُولیٰ تمہی تو ہو
دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمہی تو ہو
گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمہی تو ہو

8. ماہر القادری:

جنت المعلیٰ کے مقیم، مسلمانانِ دکن میں بیداری پیدا کرنے والے عظیم شاعر، نقاد، صحافی و محقق جناب منظور حسین المعروف ماہر القادری 30 جولائی 1906ء کو برصغیر میں پیدا ہوئے- ذکرِ جمیل اور فردوس آپ کے دو نعتیہ مجموعے ہیں-[12] آپ کے اسلوبِ کلام میں لفظوں کے ایسے جوڑ ہیں کہ قاری محض پڑھتا جاتا ہے اور لے، ترنم اور شیرینی خود بخود آتی جاتی ہے- آپ کے مشہورِ زمانہ کلام سے چند منتخب اشعار پیشِ خدمت ہیں:

---

9 https://dunya.com.pk/index.php/special-edition/2023-05-16/3837

10 (ماخوذ از شاہنامۂ اسلام، ج:1، ص:91-90)

11 https://maulanazafar.pk/shop/book-12/

12 (پاکستان کے نعت گو شعراء، پاکستانیکا)

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سکھلائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر، جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اس پر، جو امت کے لئے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر، جو فرش خاک پر جاڑے میں سوتا تھا
سلام اس پر جو دنیا کے لئے رحمت ہی رحمت ہے
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخر آدمیت ہے

9. مظفر وارثی:

کلام کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے کے مصنف فصیح الہند و شرف الشعراء محمد مظفر الدین احمد صدیقی المعروف مظفر صدیقی نامور اردو شاعر و ادیب ہیں۔ آپ 1933ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے اور 77 سال کی عمر پائی۔ نعت گوئی میں آپ کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ آپ کے دو حمدیہ مجموعے اور چار نعتیہ مجموعے بنام بابِ حرم، نورِ ازل، کعبۂ عشق اور میرے اچھے رسول (ﷺ) شائع ہوئے۔[13] پی ٹی وی کی جانب سے انہیں بہترین نعت گو کے اعزاز سے بھی نوازا جا چکا ہے۔ آپ اُردو نعت گوئی کا عصرِ حاضر میں ایک اہم اور معروف نام ہیں۔ آپ کی آخری آرام گاہ لاہور میں ہے۔ آپ کی کئی نعتیں عصرِ حاضر میں معروف و مقبول ہوئیں۔

الہام جامہ ہے تیرا، قرآں عمامہ ہے تیرا
منبر تیرا عرشِ بریں، یا رحمۃ اللعالمین

ایک اور مشہور کلام ملاحظہ ہو:

تو امیر حرم، میں فقیر عجم
تیرے گن اور یہ لب، میں طلب ہی طلب
تو عطا ہی عطا، میں خطا ہی خطا
تُو کجا من کجا

[13](وفیاتِ نعت گویانِ اردو، ص:102)

10. اقبال عظیم:

پروفیسر سید اقبال عظیم اردو کے عظیم شاعر، ادیب و محقق ہیں لیکن آپ کو عصرِ حاضر میں سب سے زیادہ معرفت و مقبولیت آپ کی نعت گوئی کے باعث حاصل ہے۔ آپ 8 جولائی 1913ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ اردو شاعری کا آغاز زمانۂ طالبِ علمی میں کیا۔ آپ کے نعتیہ مجموعوں میں قابِ قوسین (1977ء)، لب کشاء اور ماحصل (ان دونوں میں غزلیں اور نعتیں دونوں شامل ہیں) اور زبورِ حرم (نعتیہ کلیات) شامل ہیں۔[14] دیارِ رسول (ﷺ) تک رسائی کو اپنی زندگی کا حصول ماننے والے نعت گو شاعر اقبال عظیم 22 ستمبر 2000ء میں کراچی میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کے چند معروف کلام یہ ہیں:

فاصلوں کو تکلف ہے ہم سے اگر
کھلا ہے سبھی کے لئے بابِ رحمت
مدینے کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ
جہاں روضۂ پاک خیر الوریٰ ہے

حرفِ آخر:

حضور رسالتِ مآب (ﷺ) کی ذاتِ اعلیٰ کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو بلند فرما دیا ہے اور آپ "لولاك لما خلقت الافلاك" کے تحت وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ دنیا میں ہر زبان میں آپ (ﷺ) کی نعت گوئی و ثناء خوانی ہوتی ہے اور تا قیامت ہوتی رہے گی بلکہ قیامت میں بھی حضور رحمۃ للعالمین کا ہی ذکر بلند کیا جائے گا۔ اردو زبان کے نعت گویان شعراء کی ایک طویل فہرست ہے اور اگر ان تمام عزتِ مآب اشخاص کا ذکر کیا جائے تو باقاعدہ ایک کتاب مرتب ہو جائے، طوالت کے پیشِ نظر زیرِ غور مطالعہ میں پاکستان کے محض چیدہ چیدہ نعت گو شعراء کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم سب کو مدحتِ مصطفیٰ علیہ تحیۃ والثناء کی توفیق عطا فرمائے اور اس فعلِ نعت گوئی و خوانی کے صدقے کالی کملی والے (ﷺ) کا قربِ خاص عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

[14](اخبار اردو اسلام آباد، اکتوبر 2000)

پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی اور صوفیاء کا تاریخی کردار

محمد ذیشان دانش

اسلامی طریقِ تزکیہ و احسان کا سوتا تیرہ سالہ مکی عہد میں پھوٹا، دارارقم میں بڑھا اور اصحابِ صُفّہ کی صورت میں منظم ہو کر دنیا کے طول و عرض میں پھیل گیا۔

بلاد و ممالک قوتِ روحانی اور جذبۂ ایمانی سے فتح ہوئے اور مسلمانوں نے چار دانگ عالم میں اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ریاستوں کی سرحدیں گھٹتی بڑھتی رہیں اور مسند حکومت پر چہرے، لوگ اور حکمران بدلتے رہے لیکن وہ قلوب جو صوفیائے کرام نے لاالہ الااللہ کی ضرب سے مسخر کئے، وافر استقامت اور دلجمعی سے بارگاہ حق میں اپنی جبین نیاز جھکائے رہے۔ انہوں نے اپنے آبائی وطن اور گھروں کو چھوڑ کر دنیا کے طول و عرض میں سکونت اختیار کی، ان کی یہ ہجرت وقتی و عارضی نہ تھی کیونکہ انہوں نے ایک مشن کے تحت مسافرت اختیار فرمائی تھی۔

عرب شہسواروں نے آغاز اسلام میں ہی سندھ کو فتح کر لیا، کہتے ہیں کہ ملتان کی طرف پیش قدمی کرنے والی فوج میں مسلمانوں سے زیادہ مقامی باشندوں کی تعداد زیادہ تھی، برصغیر میں ذات پات اور مذہب کے نام پر انسانوں کو تقسیم کیا گیا تھا۔ جب نچلی ذاتوں کو اسلام کا آفاقی پیغام، برابری اور عزت ملی تو وہ حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس خطے میں مسلمان آباد کاروں نے 'ملت احمد مرسل (ﷺ) کو مقامی' کیا۔ دوسری طرف تقریباً دو سے اڑھائی صدیوں کے بعد پنجاب سے متصل موجودہ افغانستان میں غزنی سلطنت کی داغ بیل ڈل چکی تھی اور یہ سلطنت بام عروج پر مائل تھی، ان کی سطوت اور مضبوطی سے خائف ہو کر موجودہ لاہور تا پشاور اور اس کے نواحی علاقوں کے حکمران راجہ جے پال نے غزنی حکومت کو کمزور کرنے کے لئے ان پر متعدد حملے کئے اور آخر کار شکست سے دوچار ہوا۔ غزنی حکومت پھیل کر لاہور، دہلی اور اس کے گرد و نواح تک وسعت اختیار کر گئی اور غزنی حکمرانوں کی گرفت اس علاقہ پر مضبوط سے مضبوط تر ہو گئی۔ حتی کہ غزنی میں اس خاندان کی گرفت حکومت پر کمزور ہونے کے باوجود لاہور اور اس کے گرد و نواح پر ان کا قبضہ قائم رہا۔ غزنی خاندان علم و ادب کا پروردہ تھا ان کے دور حکومت میں علماء و صوفیاء نے برصغیر کا رخ کیا جن میں نمایاں ترین نام سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش (رحمۃ اللہ علیہ) کا ہے۔

آج برصغیر کے طول و عرض میں صوفیاء اور ان کی اولادوں کے مقابر اور خانوادوں کی سکونت اس بات کی دلیل ہے، کہ وہ آئے اور مقامی آبادی میں رچ بس گئے، انہوں نے اپنا فن مقامی آبادکاروں کو سکھایا اور مقامی افراد سے ان کا فن سیکھا۔ اپنی ثقافت تو ساتھ لائے لیکن مقامی ثقافت کے جمالیاتی پہلوؤں کو بھی دل و جان سے قبول کیا۔ رنگ، نسل، مذہب، امیر و غریب کے فرق کو پس پشت ڈال کر، انسانیت کی بنیاد پر معاشرہ میں اپنا رشتہ استوار کیا اور دکھی ہاری انسانیت کی دلجوئی معاشرتی والدین کی حیثیت سے کی۔ یعنی صوفیائے کرام کی فراست، دوراندیشی، فکر و تدبر، علم و حکمت سب معاشرہ کی بھلائی کے لیے تھی کیونکہ توحید کے حقیقی رنگ میں رنگے ہوئے وہ دل اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت سے

سرشار اور مخلوق خدا کو، الخلق و عیال اللہ کے تحت، اللہ کا کنبہ سمجھتے ہوئے ان کی خدمت کرتے رہے اسی لئے آج بھی برصغیر کے صوفیاء کی درگاہوں پر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم افراد کا بھی تانتا بندھا رہتا ہے-

سلطان قطب الدین ایبک نے 1206ء دہلی میں سلطنت کی باقاعدہ بنیاد ڈالی، 1857ء میں مسلم حکمرانی کا خاتمہ اور انگریز راج کا آغاز ہوا، ان ساڑھے چھ صدیوں میں مسلمانوں نے دہلی سے برصغیر پر حکومت کی لیکن عوام میں مذہبی ہم آہنگی اور بھائی چارہ قائم رہا- یہ صوفیاء کی اس خطے میں محنت اور سعی جلیلہ کا فیضان تھا- سیاسی ابتری، کثیر المذاہب، متنوع تمدن اور تاج و تاراج کی کشمکش کے باوجود عوامی سطح پر مذہبی منافرت کا کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ اتنے طویل عرصے اور اتنی بڑی سلطنت میں وقوع پذیر نہیں ہوا- البتہ 1857ء کے بعد انگریز سامراج کے دور میں مذہب کی بنیاد پر تقسیم کر کے حکومت کرنے کی حکمت عملی ضرور سامنے آئی اور ریلوے اسٹیشن تک ہندو پانی اور مسلم پانی کی صدائیں بلند ہوئیں- جس کا شاخسانہ 1930ء کی دہائی میں ہندو مسلم فساد کی صورت میں سامنے آیا، گاؤکشی اور قرآن پاک کی بے حرمتی ہوئی- اس واقعہ سے متعلق علامہ اقبال نے قائداعظم کو خط لکھتے ہوئے بتایا کہ اس کے محرکات مذہبی نہیں، سیاسی ہیں- تقریباً ایک صدی کی باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ منافرت کو پھیلانے کا نتیجہ آزادی کے وقت ہندو، مسلم اور سکھ فسادات کی صورت میں سامنے آیا لیکن اولیاء کاملین کے پیروکار اس دنگے فساد سے دور رہے-

پاکستان معرض وجود میں آگیا اولیاء کاملین کے پیروکار کشور حسین کی آباد کاری میں مشغول ہوگئے- صوفیاء کے خانوادوں کی ایک معقول تعداد قانون ساز اسمبلی میں موجود تھی، جنہوں نے قائداعظم کی قیادت میں غیر مسلم پاکستانیوں کے حقوق اور مذہبی آزادی کا مکمل خیال رکھتے ہوئے انہیں قانونی طور پر بھی تحفظ کی یقین دہانی کروائی- معاشرتی طور پر اگر دیکھا جائے تو پاکستان کے صوبہ سندھ میں ہندوؤں کی بڑی تعداد موجود ہے وہ وہاں اپنے مذہبی اور سماجی تہوار مناتے ہیں- اسی طرح محرم کی مجالس ہوں یا میلاد کے جلوس ان میں دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کی اچھی بھلی تعداد نظر آتی ہے- ایسے ہی کٹاس راج کے مقام پر ہندو برادری کے مقدس مندر کے حوالے سے عدالتی فیصلے ہوں، یا اسلام آباد میں شمشان گھاٹ اور مندر کی تعمیر کا اجازت نامہ جیسے اقدامات، سکھ برادری کی نانکانہ صاحب، پنجہ صاحب، حسن ابدال راولپنڈی میں یاترا ہو. ان کو مکمل حفاظت اور پروٹوکول کے ساتھ لایا اور لے جایا جاتا ہے اور سہولیات سے مستفیض کیا جاتا ہے- اب کرتار پور راہداری بنا کر مذہبی رواداری کی عظیم مثال کو دوبارہ قائم کیا جیسا کہ سکھوں نے اپنے گوردوارہ کی بنیاد مسلم صوفی بزرگ حضرت میاں میرؒ سے رکھوائی، یہ سلسلہ رکا نہیں آج بھی کتنے ہی اولیاء کاملین کے سجادگان ہیں جو پاکستان میں اقلیتوں کے تحفظ کیلئے سرگرم عمل رہتے ہیں تاکہ وطن عزیز پاکستان کا استحکام یقینی بنایا جاسکے-

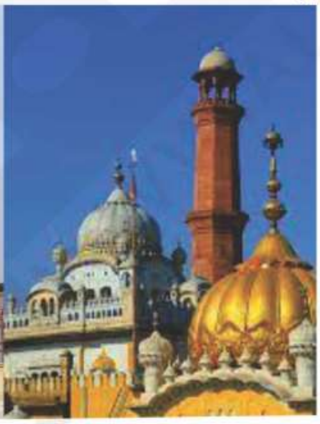

بعین اولیاء کاملین اور ان کے خانوادوں کی دیگر غیر مسلم کمیونٹیز کے ساتھ بھائی چارہ کی ان گنت مثالیں موجود ہیں- اسی طرح اگر سندھ کا رخ کریں تو ایسا صوبہ ہے جہاں ہندو برادری کی اکثریت ہے وہاں سب مل کر ہندو و مسلم تہوار مناتے ہیں- سندھی تہذیب پر صوفیاء کی تعلیمات کا رنگ بہت گہرا ہے کہتے ہیں کہ مکلی کے قبرستان میں ہزارہا صوفیاء کے مزارات ہیں، حضرت لال شہباز قلندرؒ، حضرت سچل سرمستؒ، اوڈیرو لال کا مزار اور شیخ بھرکیو کا مزار جو

سندھ میں سہروردی سلسلے کا اہم مرکز ہے- ان کے علاوہ بے شمار مزارات پر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم بھی بڑی تعداد میں حاضری دیتے ہیں یہ مذہبی رواداری کی عام مثالیں ہیں-

زندگی اک روانی سے چل رہی تھی لیکن عالمی سامراج کو یہ منظور نہ تھا، انہوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے ایک شدت پسندانہ سوچ اور نظریہ کو عالمی فنڈنگ کے ذریعے پروان چڑھایا اور شدت پسندی کی لہر پاکستان میں دوڑ گئی، تصوف جو صوفیاء کا مسلک اور مشرب تھا، اعتدال صوفیاء کا طریق، برداشت ان کا وصف، مکالمہ ان کی صفت، مقامی کلچر سے محبت، ان کی تبلیغ کا انداز، استعماری طاقتوں کے عالمِ اسلام کو تقسیم کرنے جیسے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے تصوف اور اہل تصوف کا طریق ایک رکاوٹ تھا اسی لئے ایک شدت پسند سوچ کو ایک منصوبہ بندی کے ساتھ وارد کیا گیا-

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے، عقل نے بھیس بدلا، سطحیت عام ہوئی، تصوف کو عوام کی زندگیوں سے نکالنے کی کوشش کی گئی نتیجہ میں مادیت، الحاد اور شدت پسندی بڑھی، اخلاقی اقدار کا جنازہ اٹھا-صوفیاء اپنے کام میں تندہی سے مصروف عمل رہے اور معاشرے میں فروغ امن، بھائی چارہ اور مذہبی رواداری کا پیغام دیتے رہے، نتیجہ میں حضرت لال شہباز قلندر، حضرت سخی سرور، حضرت داتا علی ہجویری، پیر بابا بونیر ، حضرت شاہ لطیف المعروف امام بری سرکار سمیت سینکڑوں مقامات پر بارود کی ہولی کھیلی گئی- بے خطا اور معصوم شہریوں کو شہید کیا گیا، پاک فوج نے پر عزم اور مصمم ارادہ سے اس شدت کا قلع قمع کیا- آج بھی صوفیاء اور ان کے خانوادے مذہبی رواداری، بھائی چارہ اور امن کے فروغ میں اسی رفتار سے مصروف عمل ہیں، وہ اپنی اَساس سے پیچھے نہیں ہٹے- ہاں اس عمل کو مزید بڑھانے اور روایتی طریق کار سے ہٹ کر جدید طریق کو اپنانے کی ضرورت ہے جس میں بلاشبہ صوفیاء کام تو کر رہے ہیں لیکن ابھی بہت سا کام کرنا باقی ہے، جیسے جدید نصاب کی تیاری اور طلبہ کی گرومنگ، قانون ساز اداروں اور فیصلہ سازی میں مؤثر آواز، ماضی کی طرح حکمرانوں پر مثبت اثر، مدارس کے ساتھ ساتھ کالجز اور جامعات میں کردار، الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا کا استعمال ضروری ہے تاکہ فرقہ واریت، شدت پسندی اور تشدد کا مقابلہ موثر انداز میں کیا جاسکے-

☆☆☆

نظم

کبھی نہ ختم ہوں تجھ سے عقیدتیں میری

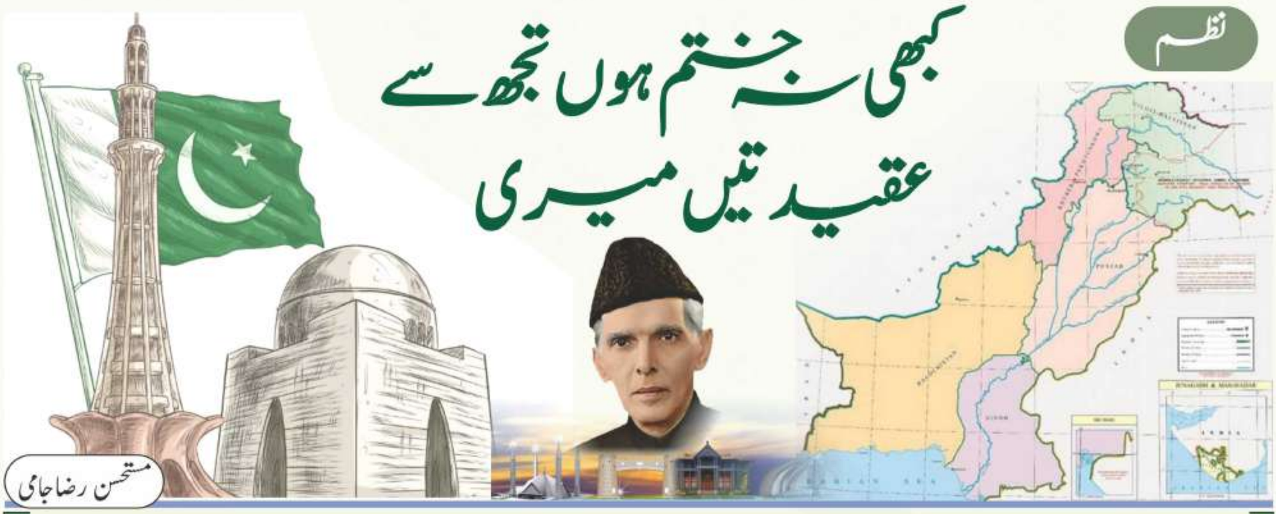

مستحسن رضا جامی

اے میرے دیس تیری ہر خوشی رہے دائم
ترے چراغ تری روشنی رہے دائم
کھلے ہوں پھول ہمیشہ کلی رہے دائم
سکونِ قلب رہے، شانتی رہے دائم

عظیم قوم ہے، خود دار ہے، امیں میری
جدا ہے اس لئے دُنیا سے سرزمیں میری
خدا کا شکر ہے دھرتی بہت حسیں میری
چمک رہی ہے اسی حُسن سے جبیں میری

عنایتوں کے، مروت کے پھول بانٹے ہیں
ہمیشہ میں نے محبت کے پھول بانٹے ہیں
تری طلب تری نسبت کے پھول بانٹے ہیں
خوشی یہی ہے کہ عزت کے پھول بانٹے ہیں

گزر گیا ہے زمانہ جو تھا کٹھن میرا
ترے سبب سے ہی باقی ہے بانکپن میرا
ترے ہی عشق میں جاری رہے سخن میرا
ہو تیرے حُسن پہ قربان شعر و فن میرا

ستم کشوں کے مظالم کو ختم کرنا ہے
وجود اور بھلا کس طرح بکھرنا ہے
یہ قرض جان کا تاوان دے کے بھرنا ہے
پھر اس کے بعد ترا حال کچھ سنورنا ہے

کبھی نہ ختم ہوں تجھ سے عقیدتیں میری
ترے لئے ہیں نچھاور شجاعتیں میری
بہت دراز ہوں مخلص محبتیں میری
ترے خیال میں ڈھل جائیں عادتیں میری

ترے لئے ہی میں ہر گیت ہر غزل لکھوں
جو دل میں آئے وہی بات بر محل لکھوں
خیال ہو کہ ہو مضمون بے بدل لکھوں
سخن کروں تو کچھ ایسے کہ ماحصل لکھوں

بہت عزیز ہے مجھ کو رضا وطن میرا
بنے گا پرچمِ خوش رنگ سے کفن میرا
ہرا بھرا رہے ہر پل حسیں چمن میرا
ہے میرا دیس ہی دراصل اک سجن میرا

یہ ہے جناح کا پیغام، کام کرتے رہو
محبتوں کی فضاؤں کو عام کرتے رہو

☆☆☆

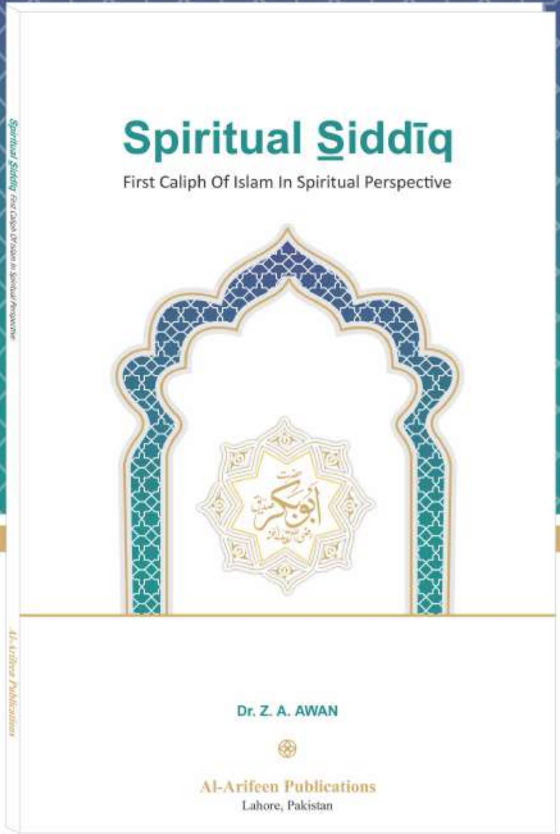

اسلام کے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی حیات مبارکہ پر ڈاکٹر زیڈ اے اعوان (موحوم) کی انگریزی زبان میں جامع اور فکری تحریر۔ جس میں آپ (رضی اللہ عنہ) کی اسلام اور مسلمانوں کیلئے خدمات، آپ کی عظیم فتوحات اور شاہکار کارناموں کے علاوہ قرآن مجید واحادیث مبارکہ کی روشنی میں آپ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل وشمائل اور کرامات کو احسن انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔

اسلامی تاریخ میں دلچسپی رکھنے والوں کیلئے
نایاب اور مستند تحفہ

A MEANINGFUL STRUGGLE
INTERNATIONAL STANDARD

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں۔

العارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور۔ پاکستان

ہیڈ آفس: دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان

پوسٹل ایڈریس: پی۔او۔بکس نمبر 11، جی پی او، لاہور
ویب سائٹ: www.alfaqr.net
ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com